کتب فضائل پر اشکالات اور ان کے جوابات

حضرت اقدس شیخ الحدیث
مولانا محمد زکریا صاحبؒ

مکتبہ خلیل
یوسف مارکیٹ غزنی سٹریٹ
اردو بازار لاہور۔ پاکستان

کتب فضائل پر اشکالات اور ان کے جوابات

یعنی

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحبؒ کی

شہرہ آفاق تصنیفات

فضائل قرآن' رمضان' تبلیغ' حکایات صحابہ' نماز'
ذکر' حج' صدقات' درود شریف پر کیے جانے والے
اشکالات کا محاسبہ اور ان کے خالص علمی و تحقیقی جوابات

از قلم
حضرت اقدس شیخ الحدیث
مولانا محمد زکریا سہارنپوریؒ

مقدمہ اور ترتیب
محمد شاہد سہارنپوری
مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور

مکتبہ خلیل

غزنی سٹریٹ' یوسف مارکیٹ' اردو بازار لاہور۔

نام کتاب .... کتب فضائل پر اشکالات اور ان کے جوابات
از قلم .... حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحبؒ
مقدمہ اور ترتیب .... محمد شاہد سہارنپوری
کمپوزنگ .... دارالنشر، غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔
طباعت .... گنج شکر پرنٹرز لاہور۔
قیمت .... -/45
اشاعت 2001ء
ملنے کا پتہ .... مکتبہ خلیل، غزنی سٹریٹ، یوسف مارکیٹ
اردو بازار لاہور

فہرست مقدمہ

مقدمہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

امابعد: حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا الحاج محمد زکریا صاحب مدظلہ العالی کی پوری حیات طیبہ کو تین اہم باتوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور تزکیہ و اصلاح خلق، کوئی شک نہیں کہ انھوں نے ان تینوں کا مکمل طریقہ سے حق ادا کر دیا اور بتلا دیا کہ درس و تدریس (جو انتہائی انضباط وقت اور ذہنی سکون کو چاہتا ہے، تصنیف و تالیف جو انتہائی یک سوئی اور دل و دماغ کی تمام قوتوں کی طالب ہوتی ہے اور تزکیہ نفس و اصلاح خلق جیسا بلند ہمتی چاہنے والا عظیم کام) ان سب کو باہم جوڑا بھی جا سکتا ہے۔

ان میں تیسرے اور آخری باب کے متعلق زیادہ وضاحت اس وجہ سے نہیں کی جا سکتی کہ اس کا کوئی ریکارڈ ہمارے پاس موجود نہیں۔ کوئی رجسٹر اور یادداشت ایسی نہیں جن کے دیکھنے سے یہ پتہ چل جائے کہ اس طویل عرصہ میں (جس کا سلسلہ الحمد اللہ اب بھی زور شور سے جاری ہے) کتنی بڑی مخلوق نے حضرت شیخ کے دامن سے وابستگی اختیار کی اور کتنے ہزاروں افراد نے اپنے دل کی دنیا بدل ڈالی۔

ہاں مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ بہت کم ہوں گے وہ مقامات جہاں ان کے منتسبین وفیض یافتہ موجود نہ ہوں اور ان سے تعلق اور روحانی رشتہ رکھنے والے نہ ہوں۔

لیکن اول کے دو باب یعنی درس و تدریس اور تصنیف و تالیف پر بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اور مزید لکھا جا سکتا ہے۔

مختصراً چند سطور میں اعداد و شمار کی حیثیت سے یہاں بھی لکھا جاتا ہے۔

آں مخدوم کی تعلیم کا آغاز ۱۳۲۵ھ سے ہو کر ۱۳۳۶ھ پر ختم ہوا۔ اساتذہ کی فہرست میں حضرت اقدس سہارن پوری، حضرت مولانا محمد الیاس صاحب دہلوی، والد ماجد حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلوی، مولانا عبدالوحید صاحب سنبھلی، حضرت مولانا عبداللطیف صاحب ہیں۔ اس کے بعد پڑھانے کا دور شروع ہوا جو محرم الحرام ۱۳۳۵ھ سے لے کر ۱۳۸۸ھ تک مسلسل چون (۵۴) سال چلتا رہا۔ گویا نصف صدی سے زائد کا یہ عرصہ مظاہر العلوم کی خدمت اور اس کو پروان چڑھانے میں گزر گیا

اس مدت میں حضرت والا نے پینتیس (۳۵) کتابوں کا درس دیا جن میں علم الصیغہ اور نحو میر جیسی ابتدائی کتابوں سے لے کر بخاری شریف اور ابوداؤد شریف جیسی بلند پایہ کتابیں شامل ہیں۔ ان میں سے بعض کتابیں بلکہ تقریباً سب ہی مکرر سہ کرر پڑھائیں۔

چنانچہ ''نورالانوار'' تین مرتبہ' مشکوٰۃ شریف تین مرتبہ' ''ابوداؤد شریف'' تقریباً تیس مرتبہ' ''بخاری شریف'' صرف جلد اوّل پچیس مرتبہ اور کامل دونوں جلدیں سولہ مرتبہ پڑھانے کی سعادت ملی۔ اس طور پر طلباء کی بہت بڑی تعداد نے آپ سے حدیث شریف پڑھی اور آپ کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا۔[1]

آپ کے کتنے ہی باکمال شاگردان رشید ایسے ملیں گے جنہوں نے اپنی تعلیم سے فراغت پاکر مسند درس و تدریس سنبھالی اور دین و علم دین کی وقیع خدمات انجام دیں۔ ان میں ایک بڑی تعداد ان اصحاب دل کی بھی ہے۔

جنہوں نے حضرت شیخؒ زاد مجدہٗ کے دست مبارک پر بیعت ہوکر سلوک و تصوف کے بیش قدر اعلیٰ مراحل طے کیے اور روحانیت کے بلند مقامات پر فائز ہوکر اس نعمت الٰہیہ اور عطیہ ربانیہ کے قاسم بنے۔ ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب' حضرت مولانا انعام الحسن صاحب زادہ مجدہٗ ' مولانا اظہار الحسن صاحب استاذ حدیث مدرسہ کاشف العلوم دہلی۔ مولانا الحاج مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی مفتی اعظم و استاذ حدیث دارالعلوم دیوبند' مولانا الحاج منور حسین صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم لطیفی کیٹہار' مولانا عبدالجبار صاحب شیخ الحدیث جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد۔ مولانا اکبر علی صاحب سہارنپوری سابق استاذ مظاہر علوم حال استاذ الحدیث دارالعلوم کراچی (پاکستان) مولانا الحاج عبید اللہ صاحب بلیاوی استاذ الحدیث مدرسہ کاشف العلوم دہلی۔ مولانا الحاج مفتی مظفر حسین صاحب استاذ حدیث و نائب ناظم مدرسہ مظاہر العلوم۔ مولانا محمد یونس صاحب جونپوری۔ شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور۔ مولانا الحاج محمد عاقل صاحب استاذ الحدیث و صدر المدرسین مظاہر العلوم سہارنپور۔ مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہری حال استاذ حدیث دارالعلوم کراچی (پاکستان) مولانا محمد سلیمان صاحب استاذ حدیث مظاہر العلوم'

---

[1] یہ تعداد ان کتب کی ہے جو باضابطہ مدرسہ کی جانب سے مدرسہ کے اوقات میں پڑھائیں۔ خارج اوقات میں جو کتب پڑھائیں وہ اس شمار سے باہر ہیں۔ شاہد غفرلہٗ

مولانا تقی الدین صاحب استاذ حدیث و نائب ناظم مدرسہ مظاہر العلوم۔ مولانا محمد یونس صاحب جونپوری۔ شیخ الحدیث مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور۔ مولانا الحاج محمد عاقل صاحب استاذ الحدیث و صدر المدرسین مظاہر العلوم سہارنپور۔ مولانا محمد عاشق الٰہی صاحب بلند شہری حال استاذ حدیث دارالعلوم کراچی (پاکستان) مولانا محمد سلمان صاحب استاذ حدیث مظاہر علوم' مولانا تقی الدین صاحب استاذ حدیث' مولانا بشیر اللہ صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم تانبوے (رنگون)۔

یہ وہ اسماء ہیں جو ارتجالاً بغیر کسی تلاش و تحقیق کے نوک قلم پر آگئے ورنہ یہ فہرست تو بڑی طویل ہے۔

یہ سب حضرات دور حاضر کے ممتاز اور مشہور علماء اور اکابرین میں سے ہیں اور سب حدیث پاک کے پڑھنے پڑھانے میں آپ کے ہی مرہون احسان ہیں۔

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَاءُ

ہم خدام کے لیے قابل فخر اور لائق عمل اسوہ یہ ہے کہ اس طویل مدت میں آپ نے حسبۃً للہ درس دیا۔ مدرسہ سے کسی قسم کا بھی اور کسی بھی صورت سے مالی فائدہ حاصل نہ کیا۔ مدرسی کے ابتدائی دور میں اکابر کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے تھوڑی بہت جو تنخواہ لی اس کو بھی بعد میں واپس کردیا رزقنا اللہ تعالی اتباعہ۔

اس اجمال کی مزید تفصیل راقم سطور کی کتاب ''تاریخ مظاہر'' جلد دوم میں دیکھی جاسکتی ہے۔

اب رہی تصنیف و تالیف تو وہ بھی حیات مبارکہ کا ایک درخشندہ باب ہے۔ اس کا افتتاح ''مظاہر العلوم کے پچاس سالہ حالات'' اور ''مشائخ چشت'' کی تاریخ لکھنے سے ہوا تھا۔

یہ دونوں کتابیں باوجود یکہ سنگ بنیاد کا درجہ رکھتی تھیں مگر ایک طویل عرصہ تک درس و تدریس اور مدرسہ کی انتظامی ذمہ داریوں کی وجہ سے اس وقت مکمل نہ ہو سکیں اور نہ ہی طبع ہوئیں۔ اب تقریباً پچاس سال بعد یہ دونوں کتابیں مکمل ہوکر ''تاریخ مظاہرؒ'' اور ''تاریخ مشائخ چشت'' کے نام سے طبع ہوئیں۔

حضرت شیخؒ زاد مجدہٗ کا علمی نشوونما مظاہر علوم میں ہوا۔ درس نظامی کی تمام

کتابیں (چند ابتدائی کتب کا استثناء کرتے ہوئے) آپ نے مظاہر میں داخل ہو کر پڑھیں اور مظاہر کو بارگاہ الٰہیہ سے جو چیز بطور موہبت خاصہ کے عطا فرمائی گئی ہے وہ اس کی خدمت حدیث شریف ہے، چنانچہ حضرت شیخ کی محنت کا اصل مرکز اور میدان بھی خدمت حدیث شریف بنا۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے حدیث پاک کی بے انتہا خدمت لی۔ نادر شروح اور لازوال تعلیقات ان کے قلم سے نکل کر مقبول عام ہوئیں اور اہل علم سے خراج تحسین قبول کر چکیں۔

"اوجز المسالک" شرح "موطا امام مالک" (چھ جلدیں) یہ آں مخدوم کی چالیس سالہ عرق ریزی اور کاوش کا ثمرہ ہے۔ بڑے بڑے علماء حجاز اس کی تعریف میں رطب اللسان پائے گئے۔ ان میں سے بعض اونچے درجے کے اہل علم کا کہنا ہے کہ اگر اس کتاب کے مصنف ابتداء کتاب میں اپنا حنفی ہونا نہ لکھ دیتے تو ہم انہیں کبھی بھی حنفی نہ سمجھتے بلکہ مالکی ہی سمجھتے۔ کیوں کہ فقہ مالکی کی جزئیات اور اس فقہ کے مسائل اور اقوال اتنی کثرت سے اس کتاب میں جمع کر دیئے ہیں کہ ان کا بیک وقت کسی اور مالکی فقہ پر مشتمل کتاب میں ملنا مشکل ہے۔ ممالک عربیہ بالخصوص حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً واجلالاً اور نجد و دمشق کے مختلف اہل علم اور اونچی شخصیتوں کے پیہم اصرار پر اب یہ کتاب بیروت، لبنان میں طبع ہو رہی ہے اور مکۃ المکرمہ کے ایک معزز تاجر اپنے صرفہ سے اس کو طبع کرا رہے ہیں۔

اسی طرح لامع الدراری علی جامع البخاری (تین جلدیں) "کوکب الدری" علی جامع الترمذی (دو جلدیں) جزء حجۃ الوداع اور الابواب والتراجم للبخاری متعدد جلدوں میں ان کی خدمات حدیث کا اعلیٰ ترین شاہکار ہیں۔

جیسے جیسے مطالعہ کا ذوق بڑھتا رہا اور نظر وسیع ہوتی گئی، نئی نئی کتابیں تحریر فرماتے گئے، اب تک کی تمام تالیفات کا عدد نواسی (۸۹) ہے۔ جن میں انتیس (۲۹) مطبوعہ ہیں اور بقیہ غیر مطبوعہ۔ ان تمام تصانیف کا تعارف آپ بیتی میں موجود ہے۔

یہ بیش قیمت تالیفات علمی اور تحقیقی ہیں اور ساتھ ہی اصلاحی و تبلیغی بھی اور آں مخدوم نے اپنے مخصوص رنگ میں دونوں طرزوں کا حق ادا کر دیا بقول حضرت مولانا الحاج سید ابوالحسن علی ندوی زاد مجدہ کے۔

حضرت شیخ کی تصنیفات و تالیفات بالکل دو مختلف قسم و طرز کی ہیں۔ خالص علمی اور تحقیقی، خالص دعوتی اور اصلاحی۔

عام طور پر جو لوگ پہلے طرز کے عادی ہوتے ہیں وہ دوسرے طرز میں کامیاب نہیں ہوتے اور جو دوسرے کے عادی ہو جاتے ہیں وہ پہلے طرز میں اس کے آداب و معیار کو قائم نہیں رکھ سکتے لیکن شیخ کی دونوں طرز کی تصنیفات مؤثر و کامیاب ہیں۔ پہلے طرز کا نمونہ "اوجز المسالک" اور "لامع الدراری" ہے اور دوسرے طرز کا نمونہ حکایات صحابہ اور فضائل کی مقبول عام کتابیں فضائل نماز فضائل رمضان، فضائل ذکر، فضائل قرآن، فضائل حج، فضائل صدقات، فضائل تبلیغ، اور فضائل درود ہے اور ان دونوں طرزوں کی جامع شمائل ترمذی کا ترجمہ و شرح خصائل نبوی ہے[1]۔

زیر نظر کتاب کا موضوع و مقصد ان اشکالات و اعتراضات کو جمع کرنا ہے جو ان مذکورہ کتب فضائل پر تحریری طور سے وقتاً فوقتاً کیے جاتے رہے اور حضرت شیخؒ نے ان کے جوابات دیئے۔

ہمارے حضرت شیخ اعتراضات و جوابات کے معاملہ میں بڑے متحمل مزاج اور وسیع الظرف واقع ہوئے ہیں اور اس چیز میں اللہ پاک نے ان کو اپنے خزانہ علم سے بیش بہا حصہ مرحمت فرمایا ہے۔

زیر نظر صفحات میں معترضین کے لب و لہجہ کی درشتی اور ان کے الفاظ کی تلخی اور اس کے مقابلہ میں آں مخدوم کے قلم کی نرمی اور میانہ روی آپ خود ہی ملاحظہ کر لیں گے۔

اپنی ہر تالیف کے متعلق ان کا ہمیشہ سے یہی نظریہ رہا ہے کہ اگر غلطی واضح ہو جائے اور قرآن و سنت سے اس کا تصادم معلوم ہو جائے تو بغیر کسی تامل کے اس کی اصلاح کر دی جائے۔

بنگال سے آئے ہوئے ایک خط کے جواب میں یہی مضمون کس قدر کھلے الفاظ میں تحریر فرما دیا۔

بعد سلام مسنون! جو حضرات رسالہ تبلیغ پر نظر ثانی کا مشورہ دیتے ہیں ان

---

[1] سوانح یوسفی مطبوعہ لکھنو ۱۲۹۔

سے یہ کہہ دیں کہ وہ جو بات اس میں اصلاح کی سمجھتے ہیں وہ لکھ کر بندہ کے پاس ارسال فرمادیں۔ اس کو دیکھنے کے بعد جو چیز اصلاح کے قابل ہوگی اس کی ان شاء اللہ اصلاح کردی جائے گی' اصلاح سے کیا عذر ہے مگر خود اس پر ذہن منتقل ہونا دشوار ہے جو دوسروں کے ذہن میں ہو۔

''مجھے اپنے کسی رسالہ کے متعلق بھی یہ خیال نہیں کہ اس میں اصلاح نہیں ہوسکتی''۔

یہ مکتوب سامی ۱۹۳۹ء کا تحریر فرمودہ ہے۔

(۲) ان اعتراضات و جوابات کے نقل کرنے سے قبل (جو مکاتیب کی شکل میں ہیں) مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے ترتیب وار ان کتابوں کا مختصر تعارف سنین تالیف اور دوسری مختلف زبانوں میں ہونے والے تراجم کا اجمالی حال لکھ دیا جائے تاکہ ان کی تاریخی حیثیت بھی نظر میں رہے۔

یہ یاد رہے کہ ان کتب کے ترجمے ایک زبان میں مختلف حضرات نے اپنے اپنے طور پر کیے ہیں اور متفرق اداروں کی جانب سے وہ شائع بھی ہوچکے' ہم نے ایک زبان کے صرف ایک ہی ترجمہ کی نشاندہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ جتنے تراجم ہمارے علم میں آسکے وہ ہم نے لکھ دیئے۔''

(۱) فضائل قرآن شریف

کتب فضائل میں یہ سب سے پہلا رسالہ ہے جو شاہ یٰسین صاحب (متوفی ۱۳۶۰ھ) خلیفہ و مجاز قطب العالم حضرت اقدس گنگوہی نور اللہ مرقدہ (م ۱۳۲۳ھ) کی تعمیل ارشاد میں ماہ ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ میں لکھا گیا۔ ان ایام میں حضرت شیخ موطا امام مالک کی مبسوط شرح اوجز المسالک کی تالیف میں مشغول تھے۔ مگر حضرت شاہ صاحب کا جو مضبوط رشتہ بارگاہ رشیدی سے تھا اس کے پیش نظر حضرت شیخ انکار نہ کرسکے اور اس تالیف کو چند روز کے لیے درمیان میں روک کر فضائل قرآن مجید تالیف فرمائی۔ اس کتاب میں اولاً قرآن پاک کے فضائل پر چالیس احادیث مع ترجمہ و تشریح کے تحریر فرما کر سات احادیث قرآن پاک کے متفرق احکامات میں ذکر فرمائی ہیں۔ کتاب کے اخیر میں ایک مختصر چہل حدیث مع ترجمہ کے مزید لکھ دی گئی۔

کتاب کے کل صفحات بہتر (۷۲) ہیں۔ مندرجہ ذیل زبانوں میں اس کا ترجمہ ہونا ہمیں معلوم ہوا ہے۔

(۱) برمی زبان میں اس کے مترجم مولانا محمد موسیٰ صاحب فاضل مظاہر العلوم سہارنپور ہیں۔ یہ ترجمہ ادارہ تہذیب الاسلام ۳۵ روڈ تالان) مانڈلے (برما) سے مل سکتا ہے۔

(۲) انگریزی زبان میں اس کے مترجم جناب عزیز الدین صاحب ہیں' یہ ترجمہ ادارہ اشاعت دینیات دہلی سے مل سکتا ہے۔

نیز یہی ترجمہ پاکستان میں کتب خانہ حقانیہ نشتر کالج ملتان سے بھی طبع ہوچکا ہے۔ حال ہی میں یہ ترجمہ جناب حامد بن سلیمان نے ۱۴۰۲ سیلان گورمینشن جالان مسجد انڈیا کوالالمپور سے بھی طبع کرایا ہے۔

(۳) عربی زبان میں اس کا ترجمہ ''فضائل القرآن الحکیم'' کے نام سے مولانا محمد واضح صاحب استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء نے کیا ہے جو المکتبۃ التجاریۃ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنو سے منگایا جاسکتا ہے۔

(۴) بنگلہ زبان میں اس کا ترجمہ جناب قاضی خلیل الرحمٰن صاحب نے ۱۳۸۰ھ میں کیا تھا جو اب بھی اس پتہ سے دستیاب ہوسکتا ہے۔ جناب الحاج جوہر علی ۱۵۰۸ اے فری اسکول اسٹریٹ کلکتہ۔

فضائل کی کتابوں کے تقریباً تمام تراجم ابھی حال ہی میں بنگلہ دیش میں ہوئے ہیں جو اس پتہ سے مل سکتے ہیں۔

مولانا عنبر علی صاحب نمبر ۲ خیل گاؤں' چودھری پاڑا ڈھاکہ نمبر ۱۴۔ بنگلہ دیش۔

(۵) ملیالم (کیرالہ) زبان میں اس کا ترجمہ جناب ای محمد عبد القادر مولوی پلپارا نے کیا ہے۔ یہ ترجمہ اس پتہ سے مل سکتا ہے۔

حاجی اے پی محمد لب' رملہ بیڑی فیکٹری ضلع ایڈوکی۔

(۶) تامل زبان میں اس کا ترجمہ جناب خلیل الرحمٰن صاحب ریاضی نے کیا ہے جو اس پتہ سے ملے گا۔

دلی کتب خانہ' بیگم پورہ۔ ڈنڈیگل ۲ مدراس۔

(۷) فارسی زبان میں اس کا ترجمہ مولانا محمد اشرف صاحب ایم اے صدر شعبہ عربی اسلامیہ کالج پشاور پاکستان نے کیا ہے جو زیر طبع ہے۔

(۸) گجراتی زبان میں اس کا ترجمہ ۱۳۶۸ھ میں محمود قاسم بھائی نے کیا تھا جو اس پتہ سے مل جائے گا۔

دفتر رسالہ پیغام کادی، ضلع بھڑوچ گجرات۔

گجراتی زبان میں مکمل مجلد ریگزین تبلیغی نصاب حاصل کرنے کے لیے یہ پتہ بھی کافی ہے۔ نظامی کتب خانہ اسٹیشن روڈ پالن پور بناس کانٹھا شمالی گجرات۔

(۹) تلگو زبان میں ۱۹۶۶ء میں اس کا ترجمہ سید نور اللہ قادری کی مساعی جمیلہ سے ہوا ہے جو اس پتہ سے مل جائے گا سید نور اللہ قادری لیکچرار عربی و فارسی عثمانیہ کالج، کرنول۔

(۱۰) پشتو زبان میں بھی اس کا ترجمہ شائع ہو چکا۔ جس کے لیے پتہ یہ ہے:۔ جو تبلیغی مرکز رائیونڈ سے مل سکتا ہے۔

(۲) فضائل رمضان

اس میں رمضان المبارک، لیلۃ القدر اور اعتکاف کی فضیلت پر بیس احادیث کی شرح و توضیح کی گئی ہے۔ نیز سورۂ قدر کی تفسیر اور خاتمہ میں متفرق مضامین پر مشتمل ایک طویل حدیث بھی لکھی گئی۔

یہ رسالہ رمضان ۱۳۴۹ھ میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے ارشاد سے لکھا گیا، کل صفحات چونسٹھ (۶۴) ہیں۔

مندرجہ ذیل زبانوں میں اس کا ترجمہ ہونا ہمارے علم میں آیا ہے۔

(۱) برمی زبان میں اس کے مترجم مولانا محمد موسیٰ صاحب ہیں۔ اس پتہ سے یہ کتاب مل سکتی ہے۔ ادارہ تہذیب الاسلام ۳۵ روڈ (تالان) مانڈلے (برما)۔

(۲) انگریزی میں اس کے مترجم جناب یوسف کراں صاحب افریقی ہیں۔ یہ ترجمہ ادارہ اشاعت دینیات دہلی سے مل سکتا ہے۔

۱۳۸۱ھ مطابق ۱۹۶۲ء میں اس کا ترجمہ شہر لاگوس (نائجیریا) میں بھی انگریزی زبان میں ہو چکا۔

(۳) مدراسی زبان میں اس کا ترجمہ جناب خلیل الرحمٰن صاحب ریاضی کی طرف سے شائع ہوا ہے جو اس پتہ سے مل سکتا ہے۔ مکتبہ رحمت پیٹی تیریونیل دیلی ۴ مدارس۔

(۴) بنگلہ زبان میں اس کا ترجمہ جناب قاضی خلیل الرحمٰن صاحب نے ۱۳۷۷ھ میں کیا ہے جو درج ذیل پتہ سے لیا جا سکتا ہے۔

جناب الحاج جوہر علی ۱۵۰۸ اے فری اسکول اسٹریٹ کلکتہ۔

(۵) تلگو زبان میں اس کا ترجمہ سید نور اللہ صاحب قادری نے کیا ہے۔ مترجم کے مکان کا پتہ یہ ہے۔ سید نور اللہ صاحب قادری۔ کھڑک پورہ، آندھرا (انڈیا) پردیش۔

(۶) ملیالم (کیرالا) زبان میں اس کے مترجم جناب ای محمد عبدالقادر ہیں۔ درج ذیل پتہ سے یہ ترجمہ ملتا ہے۔

الحاج اے پی محمد لب رملہ بیڑی فیکٹری، ضلع ایڈوکی۔ کیرالا (انڈیا)

(۷) تامل زبان میں اس کا ترجمہ جناب خلیل الرحمٰن صاحب ریاضی نے کیا ہے جو اس پتہ سے ملے گا۔ دلی کتب خانہ، بیگم پورہ ڈنڈیگل ۲ مدراس۔

(۸) گجراتی زبان میں اس کے مترجم جناب منشی عیسیٰ بھائی ابراہیم کادی ہیں یہ ترجمہ اس پتہ سے مل سکتا ہے۔ شعبہ تبلیغ الاسلام متعلقہ جامع حسینیہ راندیر ضلع سورت گجرات (انڈیا)۔

(۹) ہندی زبان میں اس کا ترجمہ جناب قاضی ظہیر الدین صاحب ایم اے لیکچرار شعبہ اردو دلی یونیورسٹی نے کیا ہے جو ادارہ اشاعت دینیات بستی حضرت نظام الدین دہلی سے شائع ہو چکا۔

(۱۰) فارسی زبان میں اس کے مترجم مولانا محمد اشرف صاحب ایم۔ اے ہیں۔ یہ ترجمہ زیر طبع ہے۔

(۱۱) فرانسیسی زبان میں اس کتاب کا ترجمہ جناب احمد سعید انگار نے کیا ہے جس کے منگانے کے لیے پتہ یہ ہے۔

المرکز الاسلامی ۳۱ نیشنل روڈ سینٹ پیئر جزیرہ ری یونین، وایا پیرس۔

(اس ترجمہ کا پہلا ایڈیشن رمضان المبارک ۱۳۹۵ھ میں شائع ہوا تھا)

(۱۲) پشتو زبان میں اس کا ترجمہ پشاور سے شائع ہوا ہے جس کے لیے پتہ یہ ہے۔ میاں حاجی محمد عبدالخالق فضل مالک تاجران کتب قصہ خوانی بازار پشاور شہر۔

(۳) فضائل تبلیغ

یہ کتاب سات فصلوں پر مشتمل ہے اور سب کا مقصود تبلیغ کی اہمیت اس کے آداب نیز مبلغین اور عام لوگوں کے فرائض بتلانا ہیں۔ یہ کتاب بھی حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے حکم سے لکھی گئی اور ۵ صفر ۱۳۵۰ھ مطابق ۲۱/ جون ۱۹۳۱ء میں اختتام کو پہنچی۔ کل صفحات ۳۲ ہیں۔

مندرجہ ذیل زبانوں میں اس کے ترجمے ہوئے:-

(۱) عربی ترجمہ: "فضائل الدعوة الی الخیر والتبلیغ لدین اللہ" کے نام سے مولانا محمد رابع صاحب ندوی لکھنوی نے ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۹۷۳ء میں کیا ہے' جو المکتبہ التجاریہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو سے مل سکتا ہے۔

(۲) برمی زبان میں اس کا ترجمہ مولانا محمد موسیٰ صاحب مظاہری نے کیا ہے جو ادارہ تہذیب الاسلام ۳۵ روڈ (تالان) مانڈلے برما سے لیا جا سکتا ہے۔

(۳) انگریزی زبان میں اس کا ترجمہ ادارہ اشاعت دینیات دہلی سے اور کوالمپور میں جناب حامد بن سلیمان صاحب ۱۴۰۲۔ سیلان گورمینشن جالان مسجد انڈیا کوالالمپور کی جانب سے طبع ہو چکا۔

ابھی حال ہی میں بھائی ماجد صاحب علی گڑھ نے اس ترجمہ پر مستقل نظر ثانی کر کے اغلاط وغیرہ کی تصحیح کی ہے یہ نسخہ بھی عنقریب شائع کیا جائے گا۔

(۴) ہندی ترجمہ جناب عطاء الرحمٰن صاحب نے پونہ سے کیا ہے جو اس پتہ سے مل سکتا ہے۔

جناب عطاء الرحمٰن صاحب بھالدار ۳۵۷ گرودار پیٹھ پونہ ۲ مہاراشٹر۔

اسی کتاب کا ایک ہندی ترجمہ ادارہ اشاعت دینیات دہلی سے بھی طبع ہوا ہے۔

(۵) مدراسی زبان میں اس کا ترجمہ بی اے خلیل الرحمٰن صاحب نے

کیا ہے جو مکتبہ رحمت چھٹی تیرو نیل دہلی ۲ مدراس سے مل سکتا ہے۔

(۶) ملیالم (کیرالا) زبان میں اس کا ترجمہ جناب اے کی محمد عبدالقادر نے کیا ہے جو درج ذیل پتہ سے مل سکتا ہے۔

حاجی اے۔ پی محمد لب رملہ بیڑی فیکٹری ضلع ایڈوکی۔ کیرالا (انڈیا)

(۷) پشتو زبان میں اس کا ترجمہ عبدالخالق فضل مالک تاجران کتب بازار قصہ خوانی پشاور (پاکستان) سے طبع ہوا ہے۔

(۸) تامل زبان میں اس کا ترجمہ جناب خلیل الرحمٰن صاحب نے کیا ہے جس کے منگانے کے لیے پتہ یہ ہے۔ دلی کتب خانہ بیگم پورہ ڈنڈیگل ۲ مدراس۔

(۹) گجراتی زبان میں اس کے مترجم جناب عیسیٰ بھائی ہیں۔ کتاب ملنے کا پتہ یہ ہے۔ دفتر رسالہ پیغام' کاوی ضلع بھڑوچ' گجرات (انڈیا)۔

(۱۰) ملیشیائی زبان میں اس کا ترجمہ "فضیلة التبلیغ" کے نام سے شائع ہو چکا ہے جو اس پتہ سے مل سکتا ہے۔ سنٹر آف اسلامک انفارمیشن آف پاکستان ایسوسیشن جالان کیک چوان پلاؤ پینانگ ملیشیا۔ (یہ پتہ انگریزی میں بھی لکھا جاتا ہے)

H.M. Yaqoob Ansari Dewan, Pakistan

Jalan Kekchuan Pulau, Penang, Malaiysia.

(۱۱) بنگالی زبان میں اس کا ترجمہ مولانا خلیل الرحمٰن صاحب نے کیا ہے۔ جو اس پتہ سے مل جائے گا۔

حاجی جوہر علی ۵۰۸ اے فری اسکول اسٹریٹ کلکتہ۔

(۱۲) فارسی زبان میں اس کا ترجمہ مولانا محمد اشرف صاحب ایم اے (پشاور) نے کیا ہے جو ابھی تک طبع نہیں ہو سکا۔

(۱۳) تلگو میں اس کا ترجمہ ۱۹۶۶ء میں سید نوراللہ صاحب قادری نے کیا ہے جو اس پتہ سے مل جائے گا۔

سید نوراللہ قادری' لیکچرار عربی و فارسی عثمانیہ کالج کرنول۔

(۱۴) افریقہ کے علاقہ میں بولی جانے والی ایک زبان سہلی (سواہلی) میں بھی اس کا ترجمہ جناب شیخ مقداد یوسف (تنزانیہ)

شیخ نے اپنا ایک خواب اپنے روزنامچہ میں کتب فضائل کے متعلق ان الفاظ کے ساتھ لکھوا رکھا ہے۔

"آج بعد نماز جمعہ خواب میں حضور اقدس ﷺ کی زیارت ہوئی۔ پہلے فضائل کے رسائل زیر نظر تھے۔ اب آج کل تبلیغی نصاب زیر نظر ہے"۔

یہ خواب ۲۷ جمادی الاول ۱۳۹۳ھ کو بعد نماز جمعہ قیلولہ کے وقت دیکھا گیا۔

ان کے علاوہ کتنے ہی احباب ایسے ہیں جنھوں نے اس مجموعہ کے متعلق اپنے تاثرات و منامات لکھے اور اپنی زندگی اور گھریلو ماحول میں اس مجموعہ کے پڑھے جانے پر جو عظیم تغیر و تبدیل پیدا ہوا اور دینی ماحول بنا ان کی تفصیلات حضرت شیخ زاد مجدہ کو تحریر کیں لیکن آں مخدوم کے یہاں اس قسم کے تمام خطوط کا ایک ہی جواب ہے کہ اس ناکارہ کا اس میں کوئی دخل نہیں۔ اولاً حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاک اور سچے ارشادات کی برکت ہے کہ ان ہی کے ترجمے ان کتابوں میں لکھے گئے ہیں اور ثانیاً ان حضرات اکابر کی توجہات اور برکتیں ہیں جن کی تعمیل ارشاد میں یہ سب لکھی گئیں۔

(۴)

ہمارے اس زمانے میں فضائل کے یہ رسائل اردو کی مقبول ترین مطبوعات میں شمار کیے جاتے ہیں اور تبلیغی تحریک کے نصاب میں داخل ہونے کی وجہ سے ان کی اس کثرت کے ساتھ اشاعت ہوئی کہ باید و شاید۔ ہمیں سرسری جائزہ اور چند روز میں حاصل کی ہوئی مختصری معلومات کے بعد اب تک ہند و پاک کے تیس مختلف ادارے ایسے معلوم ہوئے جنھوں نے فضائل کی یہ کتابیں کئی کئی بار طبع کرائیں اور کتنی ہی ہزار طبع کرائیں صرف ادارہ اشاعت دینیات دہلی نے ۱۹۶۰ء سے ۱۹۷۳ء تک چودہ سالہ عرصہ میں اس کے چوبیس ایڈیشن نکالے جن کی طباعت کی مجموعی تعداد بیاسی ہزار پانچسو (۸۲۵۰۰) ہوتی ہے۔

یاد رہے کہ یہ اعداد ان کے یہاں صرف عکسی ایڈیشن کے ہیں سنہ ۱۹۶۰ء سے قبل ایک عرصہ تک جو لیتھو پر طبع ہوتا رہا وہ اس شمارے سے باہر ہے۔

اور دوسری زبانوں میں ہونے والے تراجم کا جو جائزہ لیا گیا ہے وہ ہماری محدود معلومات پر مشتمل ہے۔ لہٰذا جو ترجمے قارئین کے علم میں ایسے ہوں کہ وہ ہماری

اس فہرست میں نہ آسکے ہوں ان سے برائے کرم مطلع کر دیجئے گا۔ دوسرے ایڈیشن میں ان کا اضافہ کر دیا جائے گا۔

اسی طرح جن زبانوں میں ہونے والے تراجم کی نشاندہی کی گئی ہے اگر ان میں کوئی خامی یا غلطی محسوس ہو تو اس سے بھی مطلع کر دیجئے۔

(۵)

کتب فضائل کی طباعت کی عام اجازت اور ناشرین کے لیے ضروری ہدایات

حضرت شیخ زاد مجدہ کی جتنی تالیفات و تصنیفات ہیں ان کی شہرہ آفاقی اور پذیرائی بالخصوص فضائل کی کتابوں کو جو عند اللہ و عند الناس مقبولیت حاصل ہے اس سے اپنے اور بیگانے سب ہی واقف ہیں۔ اگر مصنف زاد مجدہ ان کتابوں کے حقوق دوسرے اداروں کو فروخت کر دیتے یا اس کی رائلٹی (نفع) اپنے ہی لیے مخصوص کر لیتے تو یہ بڑی نفع بخش اور کامیاب تجارت بن سکتی تھی لیکن آنمخدوم نے اپنی تالیفات کی جس طرح کھلے دل سے عام طباعت اور اشاعت کی اجازت دے رکھی ہے۔ اس کے لئے وہ ان شاء اللہ یوم آخرت میں بے پایاں اجر جزیل کے مستحق ہوں گے)۔

اس زمانے میں جب کہ ان تالیفات کی طباعت کو زیادہ عرصہ نہیں ہوا تھا اور مختلف تجار اپنے اپنے طور پر ان کتابوں کی اشاعت کے خواہاں تھے تو اس وقت صورت حال کچھ ایسی بن گئی تھی کہ حضرت شیخ ہر اجازت خواہ کو طباعت کی اجازت دے رہے تھے اور "ناظم مکتبہ یحیویہ" عام طباعت اور نشر و اشاعت میں مانع بنے ہوئے تھے اور مکتبہ کے لیے اس عام طباعت کو سخت نقصان دہ سمجھ رہے تھے اور وہ اس سلسلہ میں وہ بڑی حد تک حق بجانب بھی تھے۔ کیوں کہ مختلف ناشرین نے یہ کتابیں بغیر کسی تصحیح و صحت کے اہتمام کے طبع کرالیں جس کی بناء پر عوام حضرت مصنف اور مکتبہ یحیویہ کے متعلق بدظنی میں مبتلا ہو سکتے تھے۔ اس چیز کو دیکھتے ہوئے ناظم مکتبہ کا مانع ہونا کچھ غلط بھی نہیں تھا۔ مگر حضرت شیخ زاد مجدہ کا نظریہ اور تجارت کے متعلق سوچنے سمجھنے کا انداز بالکل جداگانہ ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جملہ حقوق محفوظ کر دینے سے جہاں کتاب

اشاعت دینیات دہلی سے مل سکتا ہے۔

(۱۱) مراٹھی زبان میں اس کا ترجمہ جناب زبیر احمد صاحب نے کیا ہے۔ اس ترجمہ کے بارے میں ہمیں مزید معلومات درکار ہیں اصحاب علم مطلع فرما دیں۔

(۱۲) تلگو زبان میں اس کا ترجمہ جناب سید نور اللہ صاحب قادری نے کیا ہے جو اس پتہ سے مل جائے گا۔

سید نور اللہ صاحب قادری، لیکچرار عربی و فارسی، عثمانیہ کالج کرنول۔

(۱۳) پشتو زبان میں اس کا ترجمہ مولانا ابوالفیض صاحب سواتیؒ نے ۱۳۹۴ھ میں کیا تھا۔ یہ ترجمہ میاں حاجی محمد عبد الخالق فضل مالک تاجران کتب بازار قصہ خوانی پشاور شہر (صوبہ سرحد) سے طبع ہو چکا۔

(۱۴) فرانسیسی زبان میں اس کا ترجمہ جناب احمد سعید انگار صاحب نے کیا ہے جس کے منگانے کے لیے پتہ یہ ہے۔

المرکز الاسلامی ۳۱ ایمپشل روڈ سینٹ پیئر جزیرہ ری یونین، وایا پیرس

(۱۵) ملیشیائی زبان میں اس کا ترجمہ جناب یعقوب صاحب انصاری نے کیا ہے جو اس پتہ سے مل سکتا ہے۔

سنٹر آف اسلامک انفارمیشن آف پاکستانی ایسوی ایشن جالن کیک چوان پلاؤ پیناگ، ملیشیا۔

(۵) فضائل نماز

اس میں نماز پڑھنے کی فضیلت اور چھوڑنے پر عذاب و عتاب جماعت کے فضائل اور اس کے ترک پر جو وعیدیں ہیں ان کا تفصیلی بیان ہے ور ان میں سے ہر عنوان کے تحت مجموعی طور پر چالیس حدیثیں لکھی گئی ہیں۔ یہ کتاب بھی حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب کے حسب ارشاد لکھی گئی اور شب دوشنبہ ۷ محرم ۱۳۵۸ھ کو اختتام پذیر ہوئی۔ کل صفحات ستاسی (۸۷) ہیں۔

مندرجہ ذیل زبانوں میں اس کے ترجمے ہوئے۔

(۱) عربی ترجمہ "مکانة الصلوة فی الاسلام واهمیتها فی حیاة المسلم" کے نام سے مولانا محمد حسنی ندوی نے ۱۳۹۳ھ مطابق ۱۹۷۳ء میں کیا ہے جو مکتبہ تجاریہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو سے مل سکتا ہے۔

(۲) برمی زبان میں اس کا ترجمہ مولانا محمد موسیٰ صاحب مظاہری نے کیا ہے۔ یہ ترجمہ ادارہ تہذیب الاسلام ۳۵ روڈ (تالان) منڈلے (برما) سے مل سکتا ہے۔

الحاج ابراہیم یوسف باوا صاحب رنگون کے زیر اہتمام یہ کتاب پہلی مرتبہ برما میں اردو زبان میں بذریعہ بلاک طبع ہوئی ہے۔

(۳) انگریزی زبان میں اس کا ترجمہ جناب عبدالرشید صاحب ارشد نے کیا ہے جو ادارہ اشاعت دینیات دہلی سے مل جائے گا۔ یہ ترجمہ پاکستان میں ملک برادرس کارخانہ بازار لائل پور سے اور کوالالمپور میں جناب حامد بن سلیمان صاحب کے ادارے سے بھی طبع ہو چکا۔ حال ہی میں فضائل نماز کا ایک جدید ترجمہ طبع ہو کر آیا ہے اس کے مترجم جناب بھائی ماجد علی خاں پی۔ ایچ۔ ڈی علیگ ہیں۔

(۴) مدراسی زبان میں اس کے مترجم بی اے خلیل الرحمن ہیں۔ یہ ترجمہ ۱۹۶۸ء میں ہوا ہے جو اس پتہ سے ملے گا۔

مکتبہ رحمت جینی تیرونیل ویلی ۴ مدراس۔

(۵) بنگالی زبان میں اس کا ترجمہ جناب عبدالمجید صاحب نے کیا ہے جو اس پتہ سے مل سکتا ہے۔

جماعت دعوت و اصلاح ۷۵۔ اے پارک سٹریٹ، کلکتہ۔

(۶) تلگو زبان میں اس کے مترجم سید نور اللہ صاحب ہیں۔ یہ ترجمہ ۱۹۶۶ء میں شائع ہو چکا۔ منگانے کے لئے پتہ یہ ہے۔

سید نور اللہ قادری بی اے لیکچرار عربی و فارسی عثمانیہ کالج کرنول

(۷) ملیالم زبان میں اس کا ترجمہ ۱۹۶۷ء میں جناب کی محمد عبدالقادر صاحب مولوی پاپارا نے کیا ہے جو اس پتہ سے مل سکتا ہے۔

حاجی اے، پی محمد لب، رملہ بیڑی فیکٹری ضلع ایڈوکی۔

(۸) تامل زبان میں اس کے مترجم جناب خلیل الرحمن صاحب ہیں۔ درج ذیل

پتہ سے یہ ترجمہ حاصل کیا جا سکتا ہے۔" دلی کتب خانہ بیگم پورہ ڈنڈیگل ۲ مدراس۔

(۹) فرانسیسی زبان میں اس کا ترجمہ ۱۹۷۶ء میں مولانا سعید انگار صاحب سینٹ ڈینس (ری یونین) نے کیا ہے جو اس پتہ سے مل سکتا ہے۔ جمعیۃ ثقافۃ المسلمین ۳۲ جول اوبر روڈ سینٹ ڈینس رے یونین۔

حال میں ہی اس کتاب کا دوسرا ایڈیشن سینٹر اسلامک مرکز ری یونین کی جانب سے بہترین طباعت کے ساتھ شائع ہوا ہے۔

(۱۰) گجراتی زبان میں اس کا ترجمہ جناب عیسیٰ بھائی نے کیا ہے جو دفتر رسالہ پیغام کاوی ضلع بھڑوچ گجرات سے مل سکتا ہے۔

(۱۱) فارسی زبان میں اس کا ترجمہ مولانا محمد اشرف صاحب ایم۔اے صدر شعبہ عربی اسلامیہ کالج پشاور نے کیا ہے' جو زیر طبع ہے۔

(۱۲) ملیشیائی زبان میں اس کا ترجمہ "فضیلۃ الصلوۃ" کے نام سے ایچ' ایم یعقوب انصاری صاحب کر چکے ہیں جو اس پتہ سے منگایا جا سکتا ہے۔

ایچ' ایم یعقوب انصاری' دیوان پاکستان جلان کیک چوان پلو پینانگ ملیشیا۔ (یہ انگریزی میں بھی لکھا جاتا ہے)

H M Yaqoob Ansari Dewan Pakistan Jalankek Chuan Pulaupenang Malaysia.

(۱۳) افریقہ کے علاقہ میں بولی جانے والی ایک زبان بنجلی (سہلی) میں بھی اس کا ترجمہ جناب شیخ مقداد یوسف (تنزانیہ) مکانۃ الصلوۃ فی الاسلام و اھمیتھا فی حیاۃ المسلم کے نام سے کر چکے ہیں' جو زیر طبع ہے۔

(۱۴) پشتو زبان میں اس کا ترجمہ درج ذیل پتہ سے شائع ہو چکا۔ میاں عبدالخالق کتب خانہ رحمانیہ بازار قصہ خوانی پشاور شہر۔ صوبہ سرحد۔

(۲) فضائل ذکر

یہ کتاب تین ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں ذکر کے فضائل۔ دوسرے باب میں کلمہ طیبہ کے فضائل اور تیسرے میں سوم کلمہ کے فضائل لکھے گئے ہیں۔ خاتمہ میں صلوۃ التسبیح کا بھی مفصل بیان ہے۔

تبلیغی تحریک کے چھ نمبروں میں سے جو تیسرا اہم ترین نمبر علم و ذکر کا ہے۔ اس کے پیش نظر حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے حکم سے یہ کتاب برکات ذکر یعنی فضائل ذکر کے نام سے ۱۳۵۷ھ میں لکھی گئی۔ اختتام کی تاریخ ۲۶ شوال ۱۳۵۸ھ شب جمعہ ہے۔ کل صفحات ایک سو چھتر ۱۷۶ ہیں۔

(۱) برمی زبان میں اس کا ترجمہ مولانا محمد موسیٰ صاحب مظاہری نے کیا ہے جو ادارہ تہذیب الاسلام ۳۵ روڈ (تالان) ماڈلے برما سے مل جائیگا۔

(۲) مدراسی زبان میں اس کے مترجم جناب خلیل الرحمن صاحب ہیں۔ یہ ترجمہ مکتبہ رحمت چٹی حیر ونگل ویلی ۲ مدراس سے مل سکتا ہے۔

(۳) بنگالی زبان میں اس کا ترجمہ کرنے والے تین حضرات ہیں۔ مولانا محمد طاہر صاحب' مولانا خلیل الرحمن صاحب' مولانا عبدالمجید صاحب۔ ملنے کا پتہ یہ ہے۔

الحاج جوہر علی ۵۸ اے فری اسکول اسٹریٹ کلکتہ۔

(۴) ملیالم زبان میں اس کے مترجم ای محمد عبدالقادر صاحب ہیں۔ یہ ترجمہ اس پتے سے مل سکتا ہے۔ اے پی محمد لب' رملہ بیڑی فیکٹری ضلع ایڈوکی۔

(۵) تامل زبان میں اس کے مترجم جناب خلیل الرحمن صاحب ہیں۔ یہ ترجمہ اس پتے سے مل سکتا ہے۔ ولی کتب خانہ بیگم پورہ ڈنڈیگل ۲ مدراس)

(۶) فارسی زبان میں اس کا ترجمہ مولانا محمد اشرف صاحب ایم اے نے کیا ہے جو ابھی طبع نہیں ہوا۔

(۷) پشتو زبان میں اس کا ترجمہ میاں حاجی محمد عبدالخالق فضل ملک تاجران کتب بازار قصہ خوانی پشاور شہر صوبہ سرحد سے طلب کیا جا سکتا ہے۔

(۸) ملیشیائی زبان میں اس کا ترجمہ جناب یعقوب انصاری صاحب نے کیا ہے۔ یہ ترجمہ طباعت کے بعد اس پتہ سے ملے گا۔

سنٹر آف اسلامک ایجوکیشن آف پاکستانی ایسوسی ایشن جالان کیک چوان پلاؤ پینانگ ملیشیا۔

(۷) فضائل حج

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کی طبیعت میں تبلیغی تحریک کو حجاز مقدس

تک پھیلانے اور وہاں فروغ دینے کا جذبہ بہت زیادہ تھا۔ اسی مقصد کے لیے وہ دوبارہ حجاز تشریف لے گئے۔ ان کے وصال کے بعد جب حضرت مولانا محمد یوسف صاحب (م ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۸۴ھ جمعہ) نے اس کام کو آگے بڑھایا اور بڑی ترتیب اور دور اندیشی سے حجاز میں کام شروع کیا تو حضرت شیخ سے درخواست کی کہ حج کے فضائل پر بھی آیات و احادیث و قصص کا ایک مجموعہ لکھ دیا جائے تاکہ ہزاروں کی تعداد میں جانے والے حجاج اس کے مطابق حج کر کے لطف حج و زیارت سے بہرہ ور ہوں۔ چنانچہ تبلیغی مرکز نظام مدین دہلی کے دوران قیام میں ۳ شوال ۱۳۶۶ھ کو اس کی تالیف کا آغاز ہوا اور ۱۴ جمادی الاول ۱۳۶۷ھ جمعہ کو مکمل ہوئی۔

اس پوری کتاب میں دس فصلیں ہیں جو حج کی ترغیب، اس کے نہ کرنے پر وعید، حج کی حقیقت اور اس کے آداب جیسے اہم مضامین پر مشتمل ہیں۔ کتاب کے کل صفحات دوسو اکتیس (۲۳۱) ہیں۔

(۱) برمی زبان میں اس کتاب کا ترجمہ ادارہ تہذیب الاسلام ۳۵۔ روڈ (تالان) مانڈلے برما سے شائع ہوا ہے۔ اس کے مترجم مولانا محمد موسیٰ صاحب فاضل مظاہر العلوم سہارنپور ہیں۔

(۲) گجراتی زبان میں اس کا ترجمہ مولانا احمد بیمات صاحب شیخ الحدیث مدرسہ فلاح دارین ترکیسر گجرات نے کیا ہے۔ یہ پوری کتاب کا ترجمہ نہیں بلکہ اس کا خلاصہ اور اختصار ہے۔ مدنی کتب خانہ ترکیسر ضلع سورت گجرات سے مل سکتا ہے۔

(۳) انگریزی زبان میں اس کا ترجمہ جناب یوسف کراں افریقہ نے کیا ہے جو واٹر وال اسلامک انسٹی ٹیوٹ پوسٹ بکس ۱، جوہانسبرگ (ساؤتھ افریقہ) کی جانب سے شوال ۱۳۹۴ھ نومبر ۱۹۷۴ء میں بڑے اہتمام سے طباعت کی تمام تر خوبیوں کے ساتھ شائع ہو چکا ہے۔ یہ پتہ انگریزی میں بھی لکھا جاتا ہے۔

Water wal Islamic, Institute Post Box 1, Johansberg South Africa.

(۴) تامل زبان میں اس کا ترجمہ جناب داؤد شریف (مدراس) کر رہے ہیں جو انشاء اللہ طباعت کے بعد اس پتہ سے دستیاب ہوگا۔ ٹی۔ اے داؤد شریف صاحب نمبر ۲۔ سوری موتھو اسٹریٹ منا ڈی مدراس ۶۰۰۰۰۱۔

(۸) فضائل صدقات حصہ اول و دوم

تقسیم ہند کے موقعہ پر شوال ۱۳۶۶ھ میں حضرت شیخ زاد مجدہٗ کو مرکز تبلیغ نظام الدین دہلی میں طویل قیام کی نوبت پیش آئی تھی۔ اس موقعہ پر مورخہ چوبیس (۲۴) شوال ۱۳۶۶ھ کو اس کتاب کی تالیف شروع کی اور اس کا اختتام سہارنپور پہنچ کر ۲۲ صفر ۱۳۶۸ھ کو ہوا۔

حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ کو اس کتاب کا بہت اہتمام تھا۔ حتیٰ کہ ایک مرتبہ عصر کی نماز کے لیے تکبیر ہو رہی تھی۔ دوران تکبیر صف سے آگے منہ بڑھا کر حضرت شیخ سے فرمایا کہ دیکھو اس کو بھولنا نہیں۔ لیکن افسوس کہ حضرت دہلوی کی حیات مبارکہ میں یہ کتاب نہ لکھی جا سکی اور وہ اس کے دیدار کی تمنا لے کر دوسرے عالم کو سدھار گئے۔

یہ کتاب سات مختلف فصلوں پر مشتمل ہے۔ ہر فصل میں آیات قرآنیہ احادیث نبویہ اور واقعات صحابہ سے کتاب کے موضوع اور مقصد کو مدلل و مبرہن کیا گیا ہے۔ دونوں جلدوں کے صفحات پانچ سو ساٹھ (۵۶۰) ہیں۔

(۱) برمی زبان میں اس کتاب کا ترجمہ مولانا محمد موسیٰ صاحب مظاہری نے کیا ہے جو ادارہ تہذیب الاسلام ۳۵ روڈ (تالان) مانڈلے برما سے شائع ہوا ہے۔

(۲) مدراسی زبان میں اس کا ترجمہ مولانا پی۔ اے۔ خلیل الرحمن صاحب ریاضی نے کیا ہے جو اس پتہ سے مل جائے گا۔

مکتبہ رحمت چٹی تیرونیل ویلی ۲ مدراس۔

(۳) ملیالم زبان میں اس کتاب کے مترجم ای محمد عبدالقادر ہیں۔ درج ذیل پتہ سے طلب کیا جائے:۔

حاجی اے۔ پی۔ محمد لب رملہ بیڑی فیکٹری ضلع ایڈوکی۔

(۴) گجراتی زبان میں اس کے مترجم جناب منشی عیسیٰ بھائی ابراہیم ہیں۔ مندرجہ ذیل پتہ سے یہ کتاب مل سکتی ہے۔

دفتر رسالہ "پیغام" کاوی ضلع بھروچ گجرات (انڈیا)۔

گجراتی حضرات عموماً اردو پڑھنا نہیں جانتے تاہم سمجھ لیتے ہیں اور جب یہ بیرون ممالک میں بغرض تبلیغ و دعوت جاتے ہیں تو وہاں زبان کی وجہ سے کافی دقت

اور دقتیں ان کو پیش آتی ہیں۔ اس تکلیف کا احساس کرتے ہوئے محترم مولانا احمد یونات صاحب گجراتی فاضل مظاہر علوم سہارنپور نے فضائل صدقات حصہ دوم کو گجراتی رسم الخط میں منتقل کیا ہے یہ کتاب عنقریب طبع ہو جائے گی۔

(۵) انگریزی زبان میں اس کا ترجمہ افریقہ میں جناب یوسف کراں صاحب کر رہے ہیں۔ ترجمہ ابتدائی مراحل میں ہے جو طباعت کے بعد اس پتہ سے مل جائے گا۔ المعہد الاسلامی پی او بکس نمبر ۵ جوہانسبرگ' جنوبی افریقہ۔

(۶) تامل زبان میں اس کا ترجمہ (جو بعض حصوں کا ہے اور مکمل نہیں) جناب داؤد شریف صاحب کر چکے ہیں۔ مترجم کا پتہ یہ ہے۔

ٹی' اے داؤد شریف نمبر ۲ سوری موتھ اسٹریٹ منڈی' مدراس ۶۰۰۰۰۱۔

اس کی دوسری اور تیسری فصل کا ترجمہ تامل زبان میں جناب محمود حسن بن مولانا عبدالرحیم صاحب منارگڑی نے بھی کیا ہے جو ۱۹۷۶ء میں شائع ہو چکا۔

(۹) فضائل درود شریف

حضرت شاہ یٰسین صاحب نگینوی کا حضرت شیخؒ پر مستقل اصرار تھا کہ درود شریف کے فضائل اور آداب پر بھی ایک کتاب لکھ دی جائے۔ ۱۳۶۰ھ میں وصال کے وقت شاہ صاحب نے اپنے خلیفہ اجل حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دعا جو کو اس وعدہ کی یاد دہانی اور تکمیل پر اصرار کرتے رہنے کی وصیت فرمائی ان کے علاوہ اور دوسرے احباب و اکابر کی طرف سے بھی اس کی تالیف کے تقاضے ہوئے لیکن کئی سال تک یہ رسالہ نہ لکھا جا سکا۔ اس کی وجہ خود حضرت شیخؒ کے الفاظ میں یہ تھی کہ:

اس ناکارہ پر سید الکونین فخر الرسل ﷺ کی جلالت شان کا کچھ ایسا رعب طاری ہوا کہ جب بھی اس کے لکھنے کا ارادہ کیا دل پر یہ خوف طاری ہوا کہ مبادا کوئی چیز شان عالی کے خلاف نہ لکھی جائے[1]۔

لیکن ۱۳۸۳ھ میں جب حجاز تشریف لے گئے اور حج سے فارغ ہو کر مدینہ

---

[1] فضائل درود شریف ص ۹

طیبہ پہنچے تو بار بار دل میں یہ سوال ابھرا کہ فضائل درود شریف نہ لکھنے کا کیا جواب ہے؟ اس موقعہ پر اپنے اعذار کے باوجود دل میں اس سوال کی شدت پیدا ہوتی چلی گئی اور پختہ ارادہ فرما لیا کہ واپس جا کر یہ کتاب ضرور لکھنی ہے۔

چنانچہ ۲۵ رمضان المبارک ۱۳۸۴ھ یوم جمعہ کو اس کا افتتاح ہوا اور چھ ذی الحجہ سنہ مذکور میں اختتام ہوا۔

ضعف پیری اور بار بار کے پیشاب کی ضرورت کے باوجود اول سے آخر تک یہ کتاب باوضو ہو کر لکھی اور عشق نبویؐ میں ڈوب کر لکھی۔ ہر مرتبہ دارالتصنیف سے وضو کرنے کے لیے باہر آتے اور سخت موسم سرما میں بدقت و دشواری وضو کر کے اپنے مستقر تک پہنچتے۔

اسی حسن ادب اور غایت اہتمام کا یہ صلہ حضرتؒ کو بارگاہ نبویؐ سے ملا کر اپنے معاصرین پر سبقت پا جانے کی بشارت ملی۔

بھائی ماجد علی خاں بی۔ ایچ۔ ڈی علیگ اپنے ایک مکتوب میں حضرت شیخؒ کو لکھتے ہیں۔

ماہ رمضان المبارک میں اعتکاف کے دوران حضور اکرم ﷺ نے بشارت دی تھی کہ زکریا رسالہ فضائل درود (لکھنے) کی وجہ سے اپنے معاصرین پر سبقت لے گیا۔

اس کے بعد بھائی ماجد علی خاں اپنا تاثر ان الفاظ میں لکھتے ہیں کہ اس ناکارہ کو اس پر تعجب بھی ہوا کہ حضرت والا کی احادیث کی اور دین کی محنت کی اور بھی خدمات ہیں جو بہت اونچی ہیں۔ لیکن بعد کو اشکال رفع ہوا اور دل میں یہ بات آئی کہ رسالہ فضائل درود حضرت والا کے عشق نبویؐ کی دلیل ہے اور اس اعتبار سے بھی حضرت والا دوسروں پر سبقت لے گئے ہیں۔

اس مکتوب ماجدی کا جواب حضرت شیخؒ نے ان الفاظ میں دیا۔ اللہ تعالیٰ خواب کو میرے اور تمہارے لیے مبارک کریں۔ پسند آنے کے واسطے اونچی چیز ہونا ضروری نہیں۔ کسی رنڈی کا کتے کو پانی پلانا بھی پسند آ جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کا خواب میں دیکھنا اور اس کا معتبر ہونا تو احادیث صحیح سے ثابت ہے اور کشف میں احتمال غلطی کا ہے۔ حدیث میں بھی اس کا

کوئی ثبوت نہیں۔ فقط

عم محترم مولانا الحاج محمد عاقل صاحب زید شرفہ رئیس الاساتذہ جامعہ مظاہر العلوم سہارنپوری اس کی تالیف میں معین و مددگار بنے اور املاء کا شرف انہیں حاصل ہوا۔

اس کتاب میں پانچ فصلیں ہیں جو درود شریف کے فضائل اس کے نہ پڑھنے پر وعید۔ فوائد متفرقہ اور درود شریف کے متعلق پچاس حکایات پر مشتمل ہیں۔ کتاب کے کل صفحات ایک سو چھبیس (۱۲۶) ہیں۔

(۱) گجراتی زبان میں اس کے مترجم جناب ابراہیم اے پٹیل ہیں۔ یہ ترجمہ درج ذیل پتہ سے ۱۹۶۶ میں طبع ہو چکا۔

اسلامی کتب خانہ عالی پورہ ڈابیا نوساری ضلع بلساز گجرات۔

(۲) تلگو زبان میں اس کا ترجمہ سید نور اللہ صاحب قادری ۱۹۷۶ء میں کر چکے ہیں۔ جس کے منگانے کے لیے پتہ یہ ہے۔

سید نور اللہ قادری لیکچرار عربی و فارسی عثمانیہ کالج۔ کرنول

(۳) پشتو زبان میں اس کا ترجمہ درج ذیل پتہ سے شائع ہو چکا۔ میاں حاجی محمد عبد الخالق، فضل مالک تاجران کتب قصہ خوانی پشاور صوبہ سرحد۔

(۴) فارسی میں اس کا ترجمہ مولانا محمد اشرف صاحب ایم۔ اے نے کیا ہے جو زیر طبع ہے۔

(۵) انگریزی میں اس کا ترجمہ جناب بھائی ماجد علی خاں پی۔ ایچ۔ ڈی علیگ نے کیا ہے۔ کتب خانہ عزیزیہ اردو بازار جامع مسجد دہلی سے مل جائے گا۔

انگریزی داں اصحاب کا کہنا ہے کہ یہ ترجمہ اپنی بہت سی خوبیوں میں منفرد حیثیت رکھتا ہے نیز اس کا ترجمہ جناب عبدالحئی صاحب نے بھی کیا ہے جو غیر مطبوعہ ہے۔

(۶) ملیشیائی زبان میں اس کا ترجمہ جناب یعقوب صاحب انصاری نے کیا ہے جو زیر طبع ہے۔ پتہ یہ ہے۔

سنٹر آف اسلامک انفارمیشن آف پاکستانی ایسوسی ایشن جالن کیگ جوان چلاو پیتانگ ملیشیا۔

(۳)

یہاں تک فضائل کی ہر کتاب کا تعارف لکھا جا چکا۔ اب مزید چند باتیں سنیے

(۱) ماضی قریب کی ایک عہد ساز شخصیت اور عارف باللہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری نے حضرت شیخ کی ان تالیف کے متعلق بڑے بلند کلمات ارشاد فرمائے اپنی مختلف مجالس میں ان کی افادیت اور اہمیت بیان فرمائی حضرت کے یہاں عصر کے بعد کی عمومی مجلس میں فضائل کی یہ کتابیں مکرر سہ کرر پڑھی گئیں۔ کئی مرتبہ فرمایا کہ ان کتابوں میں بڑی نورانیت ہے۔

(۲) حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ دہلوی نور اللہ مرقدہٗ کے تاکیدی اصرار اور خواہش ہی پر یہ کتابیں لکھی گئیں۔ جیسا کہ ان مکتوبات (مندرجہ اکابر کے خطوط) سے معلوم ہوتا ہے۔

چنانچہ ایک مکتوب میں حضرت شیخ کو تحریر فرماتے ہیں! میرا یوں جی چاہے کہ تبلیغ کے ہر نمبر کے متعلق ایک رسالہ آپ لکھ دیں۔

ایک دوسرے مکتوب میں اسی مضمون کو دوسرے انداز میں اس طرح تحریر فرمایا کہ!

اللہ کو منظور ہوا اور جیسے کہ آثار ہیں۔ یہ تبلیغ فروغ پکڑے گی تو ان شاء اللہ تمہاری تصانیف اور فیوض ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ عرب و عجم کو سیراب کریں گے اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے[1]۔

(۳) راقم سطور کو سال گزشتہ اپنے نانا جان (حضرت شیخ زاد مجدہ) کے سایہ عاطفت میں حجاز جانے کی سعادت میسر آئی تھی اور الحمد للہ ثم الحمد للہ تقریباً پورے سال مدینہ طیبہ میں رہنے کی دولت ملی تھی۔ وہاں کے قیام میں حضرت شیخ زاد مجدہ اور ان کی تصانیف کے متعلق کتنے ہی منامات مبشرات اور رویائے صالحہ معتقدین اور صالح افراد کی زبانی سننے میں آئے لیکن ان میں وہ خواب ہر حیثیت سے فائق ہے جو خود حضرت شیخ نے دیکھا۔ آں مخدوم کا معمول اور دستور اس قسم کے منامات سنانے کا بھی نہیں رہا نہ ہی اس کو بطور یادداشت محفوظ رکھنے کا اہتمام ہم نے دیکھا۔ وقتی اور سرسری طور سے بھی ذکر تذکرہ آ گیا یا کبھی کسی خاص جذبہ کے تحت اپنے روزنامچہ میں درج کرا دیا تو خدام کو بھی اس کا پتہ چل گیا ورنہ وہ "سر مکتوم" ہی بنا رہا۔ بہر کیف حضرت

---

[1] اکابر کے خطوط ص ۶۳ مطبوعہ کتب خانہ اشاعت العلوم محلہ مفتی سہارنپور۔

کی قدر و منزلت گھٹ جاتی ہے وہیں اس سے استفادہ اور اس کا مطالعہ محدود ہو جاتا ہے۔ اس لیے اس موقع پر انھوں نے اپنی جانب سے عام طباعت کی اجازت دیتے ہوئے ایک اعلان اخبارات میں شائع کرایا تھا جس کا مضمون یہ تھا!

بندۂ ناکارہ نے جو رسائل تالیف کیے ہیں۔ حکایات صحابہ، فضائل نماز وغیرہ نیز جو بھی اس ناکارہ کی تالیف ہے اردو کی ہو یا عربی کی نہ تو ان کا حق تالیف کسی کے لیے محفوظ ہے نہ کسی کو ان کی رجسٹری کرنے کا حق ہے۔ بندہ کی طرف سے ہر شخص کو اجازت ہے جس کا جی چاہے طبع کر لے۔ بشرطیکہ مضامین میں تصرف نہ کرے۔ البتہ یہ درخواست ضرور ہے کہ تصحیح کا حتی الوسع اہتمام کرے۔ زکریا کاندھلوی

مظاہر العلوم سہارنپور۔ ۲۸ رجب ۱۳۶۵ھ

اس اعلان میں یہ چند چیزیں قابل غور ہیں جن کی اہمیت اب بھی اسی طرح باقی ہے۔

(۱) اول یہ کہ ان کتب کی طباعت کی عام اجازت ہے لیکن حق طباعت کسی کیلئے بھی محفوظ نہیں ہے اور رجسٹری کرنے کا تو کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا بلکہ دینی کتابوں کے رجسٹرڈ کرنے کے بارے میں حضرت شیخ کا مسلک ہمیشہ سے یہ ہے کہ یہ چیز شرعا جائز نہیں۔ (گرچہ بعض دیگر اکابر علماء نے مختلف وجوہات کی بنا پر اس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے) یہی مسلک قطب العالم امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کا ہے جیسا کہ فتاویٰ رشیدیہ میں بھی ہے کہ ایک شخص نے حضرت سے دریافت کیا کہ حق تصنیف کتب کا ہبہ یا بیع یا ممنوع کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس پر امام ربانی نے تحریر فرمایا کہ حق تصنیف کوئی مال نہیں جس کا ہبہ یا بیع ہو سکے لہٰذا یہ باطل ہے۔

اسی کا اثر ہے کہ جب ۱۹۶۵ء میں ایک مشہور و معروف تاجر کتب نے تبلیغی نصاب کے رجسٹرڈ کرانے کے لئے گورنمنٹ آف انڈیا کاپی رائٹ آفس میں درخواست دی اور محکمہ نے بہ حیثیت مصنف ہونے کے حضرت شیخ سے براہ راست اس کی اجازت لی (اور اس وقت اس کاروائی کا آپ کو علم ہوا) تو انتہائی مکدر ہوا اور محکمہ کو اپنی طرف سے نامنظوری دینے کے بعد ان درخواست دہندہ کو اس مضمون کا خط لکھا کہ!

ایک سرکاری لفافہ رجسٹرڈ پہنچا، جس کا ترجمہ مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ آپ

اس ناکارہ کی کتابوں کو رجسٹری کرانا چاہتے ہیں اگر یہ صحیح ہے تو بہت تعجب کی بات ہے۔

آپ کو معلوم ہے کہ اس ناکارہ نے مولوی نصیر الدین کو ہمیشہ باوجود ان کے شدید اصرار کے رجسٹری کرنے کی کبھی اجازت نہیں دی۔ اگر یہ روایت صحیح ہے جو مجھے بتائی گئی ہے تو آپ کو میری طرف سے میری کتاب اب یا آئندہ چھاپنے کی کسی طرح بھی اجازت نہیں ہے۔

فقط محمد زکریا عفی عنہ ۱۵ اگست ۱۹۶۵ء

ایک دوسرے گرامی نامہ میں اپنے رنج و غم کا اظہار ان الفاظ میں کیا

ایک نہایت تکلیف دہ بات یہ پیش آئی کہ ایک سرکاری رجسٹری کل پہنچی جو انگریزی میں تھی۔ جس کا ترجمہ مجھے یہ بتلایا گیا کہ سے کوئی درخواست تبلیغی نصاب کی رجسٹری کی دی ہے اس کا جواب فوری طور پر بذریعہ رجسٹری حکومت کو بھیج دیا تھا اور ایک کارڈ رجسٹری میں نے خود بھی ان کی عالی خدمت میں بھیج دیا جس میں ان کو لکھ دیا کہ آئندہ سے میری کسی کتاب کے چھاپنے کی ضرورت نہیں۔

ان سے کہہ دیں کہ میری کتابوں کی اشاعت میں بجائے معین ہونے کے مانع تو نہیں بننا چاہئے تھا۔ تم لوگوں کی خود غرضیاں نفس پروریاں دینی کتابوں کی اشاعت گوارا نہیں کرتیں۔

کل دوپہر کی بھی نیند نہیں آئی اور رات بھی اسی کلفت میں تقریبا ایک بجے تک نیند نہیں آئی۔ فقط والسلام

محمد زکریا کاندھلوی ۸۔۴۔۸۵ھ

(۲) دوسرے یہ کہ مضامین میں تصرف کرنے کی کسی کو بھی اجازت نہیں بلکہ وہی عبارت، وہی طرز و اسلوب باقی رکھا جائے جو مصنف کا اختیار کردہ ہے۔ اب سے تقریباً بیس سال پیشتر لاہور کے ایک کتب فروش نے حکایات صحابہ کے متعلق اس چیز کی اجازت منگائی تھی کہ اس کی زبان میں تغیر کر دیا جائے اور اس کا جو طرز ہے اس کو دلی کی زبان کے مطابق بنا دیا جائے تو آپ مخدوم نے کھلے طور پر یہ کہ

سے منع فرما دیا تھا اور لکھ دیا تھا کہ عبارت یا الفاظ میں تغیر و تبدل یا حذف کی میری طرف سے ہرگز اجازت نہیں۔ ا۔ھ

تاہم اس کی اجازت ضرور ہے کہ ان کتابوں کی تلخیص کوئی صاحب اپنے طور پر اگر شائع کرنا چاہیں تو کر سکتے ہیں لیکن تلخیص و اختصار اور قطع و برید دو الگ الگ چیزیں ہیں اس کا خیال رکھیں۔

نیز یہ کہ اس کو تلخیص ہی کے نام سے شائع کریں تاکہ قارئین کو اصل کتاب سے اشتباہ نہ ہو جائے۔

اسی طرح اگر کوئی خاص مضمون اشتہار پمفلٹ اور کتابچہ کی صورت میں کوئی صاحب طبع کرنا چاہیں تو کرانے میں کوئی حرج نہیں۔ اس نوع کے پمفلٹ وغیرہ بکثرت شائع ہوتے رہتے ہیں۔

حال ہی میں جناب ابن غوری صاحب ایم۔ اے دکن نے ان کتب فضائل سے اخلاق و اخلاص کے مضامین مرتب کر کے فضائل اخلاق و اخلاص کے نام سے ایک کتاب ترتیب دی ہے جو شاہنگ کارنر جامع مسجد معظم پورہ حیدرآباد نمبرا سے شائع ہو چکی۔

(۳) تیسری چیز یہ کہ تصحیح کا خاطر خواہ اہتمام کریں۔ کیونکہ بسا اوقات کتابت کی غلطی سے مضمون بالکل بدل جاتا ہے اور وہ معنے پیدا ہو جاتے ہیں جس کی طرف مصنف کا ذہن بھی نہیں جاتا۔

کلکتہ میں چند سال پیشتر ایک صاحب نے فضائل کی کوئی سی کتاب طبع کرائی اور کاتب کی غلطی سے ایک سطر درمیان میں چھوٹ گئی جس کی وجہ سے معنے و مفہوم دونوں بدل گئے۔

جب یہ مضمون وہاں کی مقامی مسجد میں سنایا گیا تو اس پر ایک صاحب نے اعتراض کیا جو بالکل صحیح تھا۔ اہل تعلق اس غلطی کو واضح طور پر سمجھ نہ سکے اس لیے کبیدہ خاطر ہوئے۔ طے پایا کہ حضرت شیخ سے براہ راست استفسار کیا جائے۔ چنانچہ طرفین سے خط و کتابت ہوئی اس پر حضرت شیخ نے اس کتاب کی اصل اور صحیح عبارت لکھ کر بھیجی تب کہیں جا کر یہ غلط فہمی رفع ہوئی۔ اس لیے اہل مطابع کے لیے ضروری ہے کہ وہ تصحیح کا بطور خاص اہتمام کریں۔

اسی طرح دوسرے مختلف زبانوں میں ترجمہ کرنے والوں پر اس کی پوری پوری ذمہ داری ہے کہ وہ ترجمہ کرتے وقت اصل مضمون کو نہ بدلیں اور نہ ہی اپنی طرف سے کچھ اضافہ کریں۔ کیونکہ اول تو دوسرے کی کتابت میں بغیر اس کی اجازت کے تصرف کرنا جائز کہاں ہے؟ اور دوسرے یہ کہ عام سمجھنے والے اس کو بھی مصنف کا مضمون سمجھیں گے۔

مترجمین کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ اپنا ترجمہ دو تین معتمد اور ذمہ دار حضرات کو دکھلا دیں تاکہ اغلاط کا امکان کم سے کم رہے۔

ترجمہ کرنے والے حضرات اس کا بھی دھیان رکھیں کہ آیات قرآنیہ اور احادیث شریفہ کی عبارتیں عربی میں ہی رکھیں۔ صرف ان کے ترجمے نقل کر دینے پر کفایت نہ کریں۔ کیونکہ اصل عربی عبارت نقل کرنے میں ان دونوں کی عظمت زیادہ محسوس ہوگی اور لطف دوبالا ہوگا۔

(۶)

ایک ضروری تنبیہ

فضائل کی کتابوں میں بالخصوص حکایات صحابہ میں دین کے ساتھ سچی محبت اور عشق رکھنے والوں کے ایسے بلند پایہ اور اونچے واقعات لکھے ہوئے ہیں جن پر ایک عام آدمی بالخصوص وہ شخص جس کو دین اور اہل دین سے کچھ تعلق نہ ہو اعتقاد نہیں کرے گا اور جب بھی تنقیدی نظر سے دیکھے گا تو اس قسم کے واقعات اس کی نظر میں ہفوات اور لغویات ہی ہوں گے اور تنقید کیے بغیر اس کو چارہ کار نہ ہوگا۔ ایسے حضرات سے تو کچھ عرض کرنا بے سود ہے اور غیر مفید۔

لیکن وہ حضرات جن کے دل میں یہ واقعات پڑھ کر دینی عمل پر چلنے کا جذبہ پیدا ہو جاتا ہے اور وہ اکابر مشائخ کے معمولات اور ان کے زہد و تقویٰ اور فقر و فاقہ کی بیش قیمت زندگی کو رشک کی نگاہ سے دیکھ کر وہی اعمال و اشغال کرنے لگ جاتے ہیں۔ ان کے لیے حضرت شیخ زید مجدہ کی جانب سے ایک اہم تنبیہ (بلکہ زیادہ مضبوط الفاظ میں ایک حکم) یہ ہے کہ ان واقعات اور معمولات کو قدر کی نگاہ سے تو ضرور دیکھیں مگر عمل اسی قدر کریں جس کا آسانی سے تحمل ہو سکے اور قوائے جسمانیہ اس

کو برداشت کرسکیں ورنہ یہ ہو کہ پہلے سے جن اعمال دینی میں اشتغال تھا وہ بھی زیادہ کی حرص میں ختم ہو جائیں۔

راقم سطور کے پاس کتنے ہی خطوط ایسے محفوظ ہیں جن میں اہل تعلق نے جذبۂ دینی سے سرشار ہو کر اور ان واقعات سے متاثر ہو کر ایسے اعمال و شغل کی اجازت طلب کی۔ جو ان کی حیثیت و قوت برداشت سے کہیں بڑھ کر تھے مگر حضرت شیخ نے سختی سے ان کو منع فرما دیا اور مختلف انداز سے اس کی ممانعت فرمائی۔

ان خطوط کے جوابات میں ایک طرف تو ان لوگوں کی دلجوئی اور ہمت افزائی کا پہلو ملحوظ رکھنا ہوتا ہے۔ دوسری طرف خود ان معمولات اور واقعات کی اہمیت اور افادیت سنبھالنی ہوتی ہے جن پر عمل کرنے کے وہ مشتاق ہوتے ہیں۔ اس لیے عام طور سے آپ مخدوم اس نوع کے شائقین کو اس طرح کے جوابات دیتے ہیں۔

ہر چیز میں اتباع کی کوشش ضرور کیجئے۔ بشرطیکہ اس کا تحمل ہو۔ تحمل سے زائد کوئی چیز اختیار نہ کریں۔

ظاہری اسباب معیشت کو ترک کرنا بہت اونچے درجہ کی چیز ہے ابھی اپنے آپ کو اتنا اونچا نہیں سمجھنا چاہئے۔ آپ کا جذبہ بہت مبارک ہے مگر اس پر عمل ابھی ہرگز نہ کریں۔

متقی کو بمقتضائے عقیدت و محبت ہر وقت اس جستجو میں رہنا چاہئے کہ ہر بات میں اپنی استطاعت کے موافق اتباع نصیب ہو اور جس چیز میں کسی مجبوری سے نہ ہو سکے اس میں اپنے کو کوتاہ اور حضور اکرم ﷺ کے معمول کو مرغوب کرنے کی سعی ہو اور اسی لیے صحابہ کرام کی زندگی کے واقعات پڑھے اور پڑھائے۔

فضائل صدقات پڑھ کر ایک صاحب نے کانپور سے اپنے دلی جذبات اس طرح تحریر کیے تھے۔

فضائل صدقات پڑھنے سے بہت کچھ معلوم ہوا اس سے پہلے ان صدقات کا علم نہیں تھا اور ایسی کتاب کبھی نہیں دیکھی تھی۔ آپ دعا کریں کہ میری زندگی فضائل صدقات کے مطابق ہو جائے۔

حضرت شیخ زاد مجدہ اگر صرف ایک عام مصنف ہوتے تو خوش ہو جاتے کہ

اللہ اکبر میری کتاب کی یہ پذیرائی اور اثر انگیزی فوراً جواب لکھ دیتے کہ میاں سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر الگ ہو جاؤ۔ ایسے متعلقین اور اہل و عیال کے حقوق۔ مگر اللہ رے شان تفقہ و احتیاط اور عامل بر قرآن و سنت جواب لکھا تو یہ لکھا

یہ ناکارہ دعا کرتا ہے کہ اللہ جل شانہ اپنے فضل و کرم سے اس ناکارہ کو بھی اور آپ کو بھی اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے لیکن اس رسالہ میں بھی بار بار تنبیہ کر چکا ہوں کہ اپنی ضروریات، احوال کی رعایت اور متعلقین کے حقوق کی حفاظت اہم ہے۔ اس کا لحاظ ضرور رکھا جائے۔

ہم لوگ اپنے ضعف کی وجہ سے ان حضرات اکابر کے اتباع کے متحمل نہیں ہیں۔ اس لیے کوشش تو اپنے آپ کو اس طریق پر تحمل کی ضرور کی جائے مگر تحمل سے زیادہ کوئی عمل اقدام ہرگز نہ کیا جائے اور کوئی غیر معمولی اقدام اگر کیا جائے تو مشورہ اس میں ضرور کر لیا جائے۔

خود حضرت شیخ زاد مجدہ نے اپنی تالیف حکایات صحابہ میں اس چیز کی وضاحت ان الفاظ کے ساتھ کی ہے کہ

اس قسم کے سینکڑوں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں واقعات ان حضرات کرام کے ہیں ان کا اتباع نہ اب ہو سکتا ہے۔ نہ ہر شخص کو کرنا چاہئے کہ قویٰ ضعیف ہیں جن کی وجہ سے تحمل بھی اس کا اس زمانہ میں دشوار ہے۔ اسی وجہ سے اس زمانہ میں مشائخ تصوف ایسے مجاہدوں کی اجازت نہیں دیتے جس سے ضعف پیدا ہو کہ قوتیں پہلے ہی سے ضعیف ہیں۔ ان حضرات کو اللہ جل شانہ نے قوتیں بھی عطا فرمائی تھیں۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ اتباع کی خواہش اور تمنا ضرور رکھنا چاہئے کہ اس کی وجہ سے ہم میں کچھ کمی واقع ہو اور نگاہ کچھ تو نیچی رہے اور اس زمانہ کے مناسب اعتدال پیدا ہو جائے۔ (حکایات صحابہ سوم)

بہرکیف آپ مخدوم کی جانب سے اس پر ہر وقت تنبیہ ہے کہ اپنے تحمل سے بڑھ کر کوئی عمل ایسا نہ کیا جائے جس سے بعد میں دقت و دشواری ہو۔ تاہم ان تنبیہات کے بعد بھی کوئی شخص اگر اسباب و وسائل کو ترک کرے توکل کا اعلیٰ مرتبہ حاصل کرنا چاہے تو بسم اللہ آگے بڑھے اور ترقی کرے مگر خود [illegible]

داری رکھے۔ حضرت مخدوم اور ان کی تالیفات اس سے بری ہوں گی۔

(۷)

ات جب کتب فضائل کے متعلق نکل چلی تو اس سلسلہ میں اتنا عرض ہے کہ تبلیغی حضرات کو دعوتی اور اجتماعی کام کے دوران صرف ان ہی کتب فضائل کو مطالعہ میں رکھنے پر جو زور دیا جاتا ہے اس کا منشا صرف یہ ہے کہ یہ کتابیں تبلیغی تحریک کے بنیادی اصول کے موافق ہیں اور تحریک کے اصول اور مقصد کو سامنے رکھ کر لکھی گئی ہیں۔

مثال کے طور پر دیکھیے تبلیغی جماعت کا ایک بہت قدیم اور بنیادی اصول ہے کہ جماعت اور تبلیغی اجتماعات میں مسائل ہرگز نہ بیان کیے جائیں، صرف فضائل اور ترغیب و ترہیب سے کام لیا جائے۔ حضرت اقدس تھانوی جیسے مصلح اور حکیم الامت نے بھی تجربہ سے اس کو موثر اور اس کا نافع ہونا بتلایا ہے اور مجمع عام میں مسائل بیان کیے جانے پر چند نقصان دہ واقعات لکھے ہیں بعض ان میں سے خود حضرت اقدس تھانوی کو پیش آئے۔ چنانچہ افاضات یومیہ میں لکھنؤ کا ایک واقعہ سود کے مسائل بیان فرمانے کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ میں نے چند مسائل ربو (سود) کے متعلق ایک دم سے بیان کر دیے۔ سامعین میں بعض مسائل میں اختلاف ہو گیا۔ میرے پاس مکرر تحقیق کے لیے آئے الخ۔ اس اختلاف سے حضرتؒ نے خود بھی نتیجہ نکالا ہے کہ مجمع عام میں مسائل نہ بیان کیے جائیں۔

آپ دیکھیں گے کہ فضائل کی ان کتب میں شاذ و نادر ہی مسائل لکھے گئے ہیں ورنہ ان کے لکھنے سے قصداً احتراز ہی کیا گیا۔ خواہ وہ اجماعی مسائل ہوں یا اختلافی۔

ویسے بھی اللہ تعالےٰ نے اپنے پسندیدہ اعمال و اخلاق میں (جن پر فضائل کی کتب میں زیادہ مواد جمع کیا گیا ہے) ایسی برکات رکھی ہیں کہ ان کے اختیار کرنے سے آہستہ آہستہ خود ہی منکرات و معاصی سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔

اسی طرح اکابر تبلیغ مسلمانوں کے مزاج، عادات اور بڑھتی ہوئی بے دینی اور مغرب پسندی کو دیکھتے ہوئے ابتداء سے ہی یہ طے کیے ہوئے ہیں کہ ان کے سامنے معروف کے فضائل اور اس کی خوبیاں تو علی الاعلان بیان کریں، مجامع میں اس کے فوائد بتلائیں اور ترغیب دیں۔ لیکن عمومی مجالس میں منکرات پر روک ٹوک نہ کی جائے کہ

اس سے بددل اور ناشاد ہونے کا اندیشہ ہے۔ پھر بددلی کے بعد ان کا اجتماعات میں شریک ہونا بھی جاتا رہے گا۔ الحمدللہ اس اصول کی وجہ سے ہر جگہ جماعت کو کھل کر محنت کرنے اور مثبت ثمرات حاصل کرنے کا موقعہ ملا اور ہر مسلک کے آدمیوں کو سر جوڑ کر بٹھا دیا۔ فضائل کی ان کتابوں میں اس اصول کی بھی بڑی رعایت ملے گی۔

ابھی ماضی قریب میں ایک بابرکت اسلامی ملک کے ایک مشہور ادارہ کے چند دردمند حضرات نے اپنے طرز اور اپنے اصولوں پر تبلیغی کام شروع کیا اور باہر جماعت بھیجی اس جماعت نے بڑے شدومد کے ساتھ حلال و حرام کے مسائل بیان کیے منکرات پر سختی کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دین سے دور رہنے والے واپس آ گئے اور اس عزم و استقلال کے ساتھ واپس آئے کہ اب دوبارہ واپس نہیں جائیں گے۔

اس کے بعد ان حضرات نے جب جماعت تبلیغ کے ذمہ داروں سے ملاقات کی اور ان سے کام کے اصول اور طریقے معلوم کیے بالخصوص فضائل اعمال سنانے کی حکمتیں اور مجمع عام میں منکرات پر تنبیہ نہ کرنے کی وجوہ سنیں تو وہاں کی ایک بڑی ذمہ دار اور اہم شخصیت نے یہ جواب دیا۔ واللہ فعلک بالحکمۃ۔

بہر کیف خدانخواستہ کتب فضائل کے نصاب میں داخل کرنے اور اس کی ترغیب دینے سے منشا یہ نہیں کہ اتنی بڑی جماعت کے بزرگوں اور لاکھوں افراد کی زندگیاں ان ہی چند کتب میں محصور کر کے رکھ دی جائیں اور بقیہ لاکھوں دینی و مذہبی کتابوں سے استغنا اور استخفاف کا بیج ان کے دل میں بو دیا جائے۔

اگر یہ ممانعت والی بات صحیح ہوتی تو حضرت شیخ الحدیث زید شرفہ (جن کا تبلیغی جماعت کے ساتھ تعلق اور اس کی سرپرستی و نگہداشت سب پر آشکار ہے) کے ان معمولات میں جو متوسلین اور مریدین کے لیے لکھے گئے ہیں (اور جن میں تبلیغی جماعت کا بھی ایک بہت بڑا حلقہ شامل ہے) تعلیم الطالب، حیوٰۃ المسلمین، تعلیم الدین وغیرہ کے مطالعہ میں رکھنے کی ترغیب و تحریض نہ ملتی۔

کتنے ہی خطوط آں مخدوم کے ایسے دیکھے جا سکتے ہیں جن میں دیگر علماء اور اکابر امت سے استفادہ کرنے اور ان کی تصنیف کو مطالعہ میں رکھنے کا مشورہ دیا گیا ہے کسی مخصوص ماحول کی درستگی و اصلاح کے لیے مختلف افراد کو خود حضرت شیخ کی جانب

سے حضرت قدس تھانوی' شیخ الاسلام حضرت قدس مدنی' حکیم الاسلام مولانا الحاج قاری محمد طیب صاحب' مفتی اعظم حضرت مولانا الحاج کفایت اللہ صاحب دہلوی وغیرہ حضرات کی تالیفات مطالع میں رکھنے پر زور دیا گیا ہے۔

(۸)

اس مقدمہ میں جن امور کے لکھنے کا خیال تھا والحمد للہ قریب قریب سب لکھے جا چکے۔ اب آخر میں دو چیزیں مزید لکھ کر اس مضمون کو ختم کیا جا سکتا ہے۔

فضائل کی کتب میں جو احادیث و روایات ذکر کی گئی ہیں وہ اکثر صحاح ستہ یعنی بخاری شریف' مسلم شریف' ترمذی' ابوداؤد' نسائی' ابن ماجہ سے لی گئی ہیں۔ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے کتابوں سے مدد لی گئی ہے' جو کچھ لکھا گیا وہ قرآن اور اسلام کے فرمودات اور اقوال کی روشنی میں لکھا گیا ہے اور معتمد و معتبر کتابوں سے منقول ہے۔

حضرت شیخ زادمجدہ خود ہی فضائل قرآن مجید کی ابتدائی سطور میں تحریر فرماتے ہیں۔

وما لابد من التنبيه عليه انى اعتمدت فى التخريج على المشكوة و تخريجه و شرحه المرقاة شرح الاحياء للسيد محمد المرتضى و الترغيب للمنذرى وما عزوت اليها للكثرت الاخذ عنها وما اخذت عن غيرها عزوته الى ماخذه

یعنی اس جگہ ایک ضروری امر پر تنبیہ کرنا بھی لابدی (ضروری) ہے وہ یہ کہ میں نے احادیث کا حوالہ دینے میں مشکوٰۃ' تنقیح الرواۃ' مرقات اور احیاء العلوم کی شرح اور منذری کی ترغیب پر اعتماد کیا ہے اور کثرت سے ان سے لیا ہے۔ اس لیے ان کے حوالے کی ضرورت نہیں سمجھی البتہ ان کے علاوہ کہیں اور سے کچھ لیا ہے تو اس کا حوالہ نقل کر دیا ہے۔

فضائل کی تمام کتب میں اسی مضمون بالا کی رعایت موجود ہے اور بطور خاص فضائل قرآن مجید میں اس چیز کی توضیح اس وجہ سے کی گئی تھی کہ یہ اس سلسلہ کا پہلا رسالہ تھا۔ جو روایات ضعیفہ ذکر کی گئی ہیں ان کے لیے بطور خاص بہت سے طرق اور شواہد تحریر کیے گئے ہیں کیونکہ ضعیف روایت کے لیے اگر دوسرے طرق سے تائید اور شہادت پیش کر دی جائے تو اس کو ایک حد تک تقویت مل جاتی ہے۔ یہی وہ ضابطہ ہے

جو محدثین کے یہاں الحديث الضعيف يشد بعضه بعضا جیسے الفاظ سے لکھا ہوا ملتا ہے۔

نیز روایت کی جو بھی نوعیت تھی وہ بھی کم و کاست متن میں عربی ہی میں لکھ دی گئی تاکہ کسی روایت کے متعلق کوئی خلجان اگر پیدا ہو تو وہیں سے اس کا دفعیہ بھی ہو جائے اور یہ چونکہ اہل علم کے ذوق کی اور ان ہی کے سمجھنے کی چیز تھی اس لیے عربی میں لکھنے پر اکتفا کیا گیا ہے۔ بعض مقامات پر تو حضرت مصنف زادمجدہ نے بڑی بڑی طویل عبارات تحریر فرما کر ان روایات کی حیثیت متعین کی ہے اور شہادتیں پیش کی ہیں۔

اس سلسلہ میں خود حضرت شیخ زادمجدہ کی یہ تحریر بالکل کافی ہے' جو ایک خط کے جواب میں لکھی گئی ہے۔

فضائل کی روایات کے متعلق اصولا یہ ذہن میں ہے کہ فضائل میں معمولی ضعف قابل اغتفار ہے۔ اس لیے جن روایات کا ذکر کیا گیا ہے ان میں اس اصول کی رعایت کی گئی ہے اور جن روایت پر کسی نے کلام کیا ہے۔ اس کو ظاہر کر کے اس کے انجبار ضعف کی دلیل بھی ظاہر کر دی گئی۔ اس چیز کا تعلق چوں کہ عوام سے نہیں تھا بلکہ اہل علم سے تھا اس لیے اس کو عربی میں لکھا کہ عوام کی عقول سے یہ چیزیں بالاتر تھیں۔ اگر جناب کے خیال میں ایسی روایات ہوں جن کا ضعف ناقابل انجبار ہو تو بے تکلف نشان دہی فرما دیں۔ غور کے بعد ان کو حذف کیا جا سکتا ہے۔

اس ناکارہ نے تو اس میں صرف اپنی رائے پر مدار نہ رکھا تھا بلکہ متعدد اہل علم بالخصوص مولانا اسعد اللہ صاحب ناظم مدرسہ (مظاہر العلوم) اور قاری سعید احمد صاحب مفتی (اعظم) مدرسہ سے حرفا حرفا ان پر دوبارہ نظر ثانی کرائی تھی اور جن چیزوں پر ان میں سے کسی نے بھی گرفت کی ان کو قلمزد کر دیا تھا' اسی بنا پر ان میں سے ہر رسالہ میں تقریبا ایک ربع یا ایک خمس کے قریب اصل مسودہ سے کم ہے۔

"اس کے بعد بھی یقینا ان میں کمی کی بہت گنجائش ہے۔" فقط

فہرست ماخذ کتب فضائل

نمبر شمار	تصنیف	مصنف
۱۔	بخاری شریف	ابو عبداللہ بن اسمٰعیل بن ابراہیم م ۲۵۶ھ
۲۔	فتح الباری	ابو الفضل احمد بن علی بن حجر عسقلانی م ۸۵۲ھ
۳۔	اسد الغابہ	علامہ ابن اثیر جزری متوفی ۶۳۰ھ
۴۔	درمنثور	علامہ جلال الدین سیوطی م ۹۱۱ھ
۵۔	خصائص کبریٰ	علامہ سیوطی متوفی ۹۱۱ھ
۶۔	تاریخ خمیس	شیخ حسین محمد بن الحسن م ۹۶۶ھ
۷۔	بیان القرآن	حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی م ۱۳۶۲ھ
۸۔	جمع الفوائد	محمد بن محمد سلیمان م ۱۰۹۴ھ
۹۔	تاریخ الخلفاء	علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن سیوطی م ۹۱۱ھ
۰۔	شہر مشاہیر اسلام	رفیق بک العظم
۱۱۔	مشکوٰۃ شریف	ابو عبداللہ ولی الدین محمد بن عبداللہ العمری م ۷۳۶ھ
۱۲۔	احیاء العلوم	حجۃ الاسلام امام غزالی۔ م ۵۰۵ھ
۱۳۔	مسلم شریف	ابو الحسین مسلم بن الحجاج القشیری م ۲۶۱ھ
۱۴۔	قیام اللیل	ابو نصر محمد بن احمد بن علی مروزی م ۲۸۴ھ
۱۵۔	ترمذی شریف	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی م ۲۷۹ھ
۶۔	شمائل ترمذی	ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ الترمذی م ۲۷۹ھ
۷۔	تذکرۃ الحفاظ	شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان ذہبی۔ م ۷۴۸ھ
۱۸۔	بذل المجہود	حضرت اقدس مولانا خلیل احمد صاحب مہاجر مدنی۔ م ۱۳۴۶ھ
۹۔	شفا	قاضی ابو الفضل عیاض بن موسیٰ الیحصبی م ۵۴۴ھ

نمبر شمار	تصنیف	مصنف
۲۰۔	ابوداؤد شریف	ابوداؤد سلیمان بن اشعث سجستانی م ۲۷۵ھ
۲۱۔	موطا امام مالک	ابو عبداللہ مالک بن انس بن مالک۔ م ۱۷۹ھ
۲۲۔	کتاب الاموال	امام ابو عبید القاسم بن سلام
۲۳۔	اقامۃ الحجہ	حضرت مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی
۲۴۔	بیہقی	ابو بکر احمد بن الحسین بن علی البیہقی م ۴۵۸ھ
۲۵۔	درایہ	حافظ ابن حجر علیہ الرحمۃ۔
۲۶۔	اصابہ	حافظ ابن حجر العسقلانی الشافعی۔ م ۸۵۲ھ
۲۷۔	قرۃ العیون	شیخ ابو اللیث سمرقندی م ۶۰۶ھ
۲۸۔	تفسیر عزیزی	حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی م ۱۲۳۹ھ
۲۹۔	طبقات	محمد بن سعد کاتب الواقدی م ۲۰۳ھ
۳۰۔	کتاب الامۃ والسیاسۃ	عبداللہ بن مسلم
۳۱۔	تلقیح فہوم اہل الاثر	جمال الدین عبدالرحمٰن بن الجوزی۔ م ۵۹۷ھ
۳۲۔	مسند احمد	ابو عبداللہ احمد بن محمد بن حنبل م ۲۴۱ھ
۳۳۔	مقدمہ اوجز المسالک	حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحب
۳۴۔	ابن ماجہ	ابو عبداللہ محمد بن یزید القزوینی م ۲۷۳ھ
۳۵۔	سنن دارمی	ابو محمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن تمیمی دارمی م ۲۵۵ھ
۳۶۔	استیعاب	حافظ ابن عبدالبر مالکی م ۴۶۳ھ
۳۷۔	طبرانی	ابو القاسم سلیمان بن احمد بن ایوب م ۳۶۰ھ
۳۸۔	نسائی	ابو عبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی م ۳۰۳ھ
۳۹۔	الترغیب والترہیب	ابو محمد عبدالعظیم بن عبدالقوی المنذری م ۶۵۶ھ
۴۰۔	ابن حبان	ابو حاتم محمد بن حبان بن احمد بن حبان م ۳۵۴ھ
۴۱۔	مستدرک حاکم	ابو عبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد م ۴۰۵ھ
۴۲۔	الزواجر	امام ابن حجر المکی الہیثمی م ۹۷۳ھ
۴۳۔	مسند بزار	ابو بکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق البزار م ۲۹۲ھ
۴۴۔	مصنف ابن ابی شیبہ	ابو بکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ م ۲۳۵ھ

تنبیہ

اس فہرست ماخذ میں وہ کتابیں شامل نہیں جن کے اسماء حضرت مصنف زاد مجدہٗ نے کسی حدیث پر کلام کرتے ہوئے یا شواہد کے طور پر لکھے ہیں۔ بلکہ صرف وہ کتابیں ہیں جن کا ذکر بطور ماخذ و مصادر کے آیا ہے۔

والحمد للہ اولاً آخراً

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم وتب علینا انک انت التواب الرحیم وصلی اللہ تبارک وتعالیٰ محمد وعلی الہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ وبارک وسلم تسلیماً کثیراً کثیراً۔

بندہ محمد شاہد غفرلہٗ سہارنپوری

مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور

یکم صفر المظفر ۱۳۹۵ھ

مطابق ۱۳/فروری ۱۹۷۵ء جمعرات

اشکالات و جوابات

فضائل قرآن مجید

مکتوب نمبر ۱

جناب قبلہ و کعبہ محمد زکریا صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

عرض یہ ہے کہ آپ کے رسالہ "فضائل قرآن" میں یہ پڑھا ہے کہ قرآن شریف کا سمجھ کر یا بلا سمجھ کر پڑھنا ہر حال میں مستحق اجر ہے۔ یہ تو حدیث پاک سے ثابت ہے لیکن ایک جگہ یہ بھی پڑھنے میں آیا ہے کہ قرآن شریف صرف پڑھنے کے لیے نازل نہیں ہوا۔ تو اس سے کیا مراد ہے؟ اور اس قسم کے مضمون کا بیان غیر عالم کر سکتا ہے یا نہیں؟

فقط والسلام

عنایت فرمایم سلمہٗ۔ بعد سلام مسنون! عنایت نامہ پہنچا۔ آپ نے جو "فضائل قرآن" کے متعلق اشکال لکھا وہ میری سمجھ میں نہیں آیا۔ یہ دونوں مضمون تو حدیث پاک کے ہیں کہ قرآن پاک کا بغیر سمجھے پڑھنا بھی اجر سے خالی نہیں۔ دوسرے یہ بات کہ قرآن پاک عمل کے واسطے نازل ہوا ہے یہ بھی ظاہر ہے۔ دراصل قرآن پاک اسی لیے نازل ہوا ہے کہ آدمی اس کو سمجھ کر پڑھے اور اس پر عمل کرے لیکن بغیر سمجھے پڑھنے پر بھی اجر کا ملنا یہ اللہ کا احسان ہے۔ آپ نے لکھا کہ اس قسم کا مضمون غیر عالم بیان کر سکتا ہے یا نہیں۔ بندہ کا خیال ہے کہ غیر عالم کو کتاب پڑھ کر سنا دینی چاہئے اور اپنی طرف سے اس قسم کے مضمون کو بیان نہیں کرنا چاہئے کہ اس میں اشکالات پیدا ہو جاتے ہیں اور غیر عالم کی تعبیر میں یہ بھی احتمال ہے کہ ممکن ہے کہ تعبیر میں کوئی غلطی ہو جائے لیکن کتاب میں جو لکھا ہے اس کے سنا دینے میں کوئی حرج نہیں"۔

فقط محمد زکریا ۸ ذیقعدہ ۱۳۹۱ھ

مکتوب نمبر ۲

مخدومنا المکرم جناب حضرت شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گذارش ہے کہ بندہ حافظ قرآن ہے لیکن بہت جلد بھول جاتا ہوں۔ آج آپ کی تصنیف چہل حدیث "فضائل قرآن" پر نظر پڑی۔ اس میں حفظ قرآن کی ترکیب جو حضور اکرم ﷺ نے حضرت علیؓ کو بتلائی تھی دیکھی۔ جی چاہتا ہے کہ اس کو پڑھوں۔ مگر اس میں ایک چیز سمجھ میں نہیں آئی۔ وہ یہ کہ اس میں جناب نے لکھا ہے کہ چوتھی رکعت کے بعد التحیات سے فارغ ہو کر خوب حمد وثنا درود علی النبی، واستغفار للمؤمنین کے بعد دعا اللّٰھم ارحمنی بترک المعاصی ابداً پڑھے۔

تو اب دریافت طلب امر یہ ہے کہ یہ سب چیزیں نماز سے فارغ ہو کر یعنی سلام پھیر کر کرے یا التحیات کے بعد حمد وثنا اور دعا پڑھ کر سلام پھیرے۔ میں نے اس سے قبل یہی عمل کیا تھا تو سلام پھیرنے کے بعد حمد وثنا اور دعا مانگا کرتا تھا۔ امید ہے جناب مطلع فرمائیں گے"۔

جواب

عنایت فرمایم سلمہٗ۔ بعد سلام مسنون۔ وہ دعا اگر حفظ یاد ہو تو سلام پھیرنے سے قبل اچھا ہے ورنہ سلام پھیرنے کے بعد دیکھ کر پڑھ لے۔"

فقط محمد زکریا ۲ رجب ۱۳۷۱ھ

مکتوب نمبر ۳

عنایت فرمایم زیدت عنایاتکم۔ السلام علیکم!

میں عالم نہیں ہوں مگر عالموں کی صحبت میں رہا ہوں۔ اس لیے کچھ باتیں معلوم ہو گئیں۔ حضرت مولانا اشرف علی صاحب نور اللہ مرقدہٗ سے ساٹھ برس سے اوپر کی ملاقات تھی۔ جب وہ مدرسہ جامع العلوم کانپور میں پڑھاتے تھے۔ ان سے آخر تک ملاقات رہی۔ آپ کی کتاب فضائل قرآن کی چہل حدیث دیکھی، نہایت عمدہ کتاب

ہے مگر اس کے صفحہ بیس پر یہ حدیث **لا اقول الم حرف بل الف حرف ولام حرف ومیم حرف** اس کے بعد لکھا ہے کہ اس میں اختلاف ہے کہ الم سے سورہ بقرہ کا شروع مراد ہے یا الم ترکیف الخ

سوال یہ ہے کہ یہ کس کا قول ہے۔ کیونکہ حدیث کے الفاظ تو بالکل صاف ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سورہ بقرہ کا شروع مراد ہے۔ اس لیے کہ اس میں تین حرف ہیں اور الم تر میں دو حرف ہیں۔ ایک الف دوسرے لم۔

جواب

عنایت فرمایم سلمہ۔ بعد سلام مسنون۔ آپ نے چہل حدیث کی اس روایت کے متعلق دریافت فرمایا جس میں ہر حرف پر دس نیکیاں ارشاد فرمائی گئیں ہیں اور اس کی مثال میں حضور اکرم ﷺ نے الم کو ذکر کیا ہے۔

اس کے متعلق جو علماء کے دو قول چہل حدیث میں ذکر کیے گئے ہیں وہ دونوں قول مشکوٰۃ شریف کی شرح مرقات میں ملا علی قاری نے ذکر کیے ہیں۔ جناب کا یہ ارشاد کہ الم تین حرف نہیں بلکہ دو ہیں۔ ایک ہمزہ دوسرے لم یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ یہ تو کلمے ہوئے۔ کلمے بیشک دو ہی ہیں لیکن حرف تو بہرحال تین ہی ہیں۔ ہمزہ، لام اور میم۔

اس قول کا مطلب یہ ہے کہ اگر حضور اکرم ﷺ کے پاک ارشاد میں الم سے مراد سورۂ فیل کا شروع ہے تو پھر یقیناً سورۂ بقرہ کے شروع میں نو حرف ہو گئے۔ اس میں کیا تردد ہے۔" فقط والسلام زکریا ۱۲/۳ ۷۲ھ

مکتوب نمبر ۴

مولانائے محترم۔ السلام علیکم!

آپ کی تصنیف "فضائل قرآن" کے صفحہ ساٹھ پر حفظ کلام پاک کی فضیلت کے سلسلہ میں آیۃ ولقد یسرنا القرآن للذکر فھل من مدکر" کا ترجمہ یہ فرمایا گیا ہے۔ ہم نے کلام پاک کو حفظ کرنے کے لیے سہل کر دیا ہے کوئی ہے حفظ کرنے والا۔"

اس ضمن میں میں نے قرآن مجید کے کئی ترجمے دیکھے۔ مثلاً حضرت شاہ ولی

مد محدث دہلوی، حضرت شاہ عبد القادر، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا محمود الحسن، مولانا فتح محمد جالندھری، مولانا حیرت دہلوی، مولوی ڈپٹی نذیر احمد۔ لیکن کسی میں بھی وہ ترجمہ نہیں ملا جو آپ نے فرمایا ہے بلکہ علی العموم جو ترجمہ آیت مذکورہ کا کیا گیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہم نے قرآن کو نصیحت پذیری کے لیے آسان کر دیا ہے۔ پس ہے کوئی جو نصیحت حاصل کرے۔

موجب کرم ہوگا اگر آپ اس امر پر روشنی ڈالیں گے کہ آیت مذکورہ اس ترجمہ کی جو آپ نے فرمایا ہے۔ کہاں تک متحمل ہو سکتی ہے۔" فقط

جواب

عنایت فرمایم سلمہٗ۔ بعد سلام مسنون۔ گرامی نامہ تاخیر سے پہنچا۔ معلوم نہیں کہاں رہا۔ علماء تفسیر نے دونوں معنے لکھے ہیں۔

جلالین شریف جو مشہور درسی کتاب ہے۔ اس میں لکھا ہے ولقد یسّرنا ای سھلناہ للحفظ۔ اور اس کی شرح جمل میں تو قرطبی نے حفظ والے معنی کو اصل قرار دیا ہے اور دوسرے معنی کو بھی جائز کر کے لکھا ہے۔

مجھے معلوم نہیں کہ آپ عربی سے واقف ہیں یا نہیں اگر نہ ہوں تو کسی عالم سے فرما دیں کہ وہ اس جگہ کی "جلالین" اور "جمل" کا مطلب آپ کو سمجھا دیں۔ اس سے بہت مسرت ہوئی کہ آپ کو حق تعالیٰ شانہٗ نے دینی تحقیق کا احساس عطا فرمایا حق تعالیٰ شانہٗ مبارک فرما دیں اور زیادتی عطا فرما دیں۔"

محمد زکریا ۱۰ ربیع الاول ۹۷ھ

مکتوب نمبر ۵

حضرت شیخ زاد مجدہٗ سلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

فضائل قرآن میں دعائے حفظ قرآن میں وان تغسل بہ بدنی آیا ہے۔ اس کے بارے میں جو مصری معلم دارالعلوم دیوبند میں قیام پذیر ہیں۔ انہوں نے بڑی قوت سے یہ فرمایا ہے کہ حدیث میں دو روایتیں ہیں ایک تغسل بہ بدنی اور دوسری وان تعمل بہ بدنی مگر میں نے اس دعا کا جو اردو ترجمہ دیکھا تو وہ اس طرح ہے اور اس کی برکت سے میرے جسم کے گناہوں کا میل دھو دے۔"

اب مطلع فرمائیں کہ حقیقت کیا ہے۔"

جواب

مصری عالم کا یہ کہنا کہ صرف دو روایتیں ہیں صحیح نہیں۔ بلکہ اس بارہ میں روایۃ کے الفاظ مختلف ہیں۔ میں نے یہ جو لفظ وان تغسل لکھا ہے وہ ترمذی شریف کے متن میں ہے اور تعمل کا نسخہ حاشیہ پر لکھا ہے۔ مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری نور اللہ مرقدہٗ کا صحیح کردہ نسخہ سب سے زیادہ معتبر قرار دیا گیا۔ اس میں صفحہ دو سو سولہ (۲۱۶) حصہ دوم میں وان تغسل ہی وارد ہے اور اسی کو علامہ جزری نے حصن حصین میں صفحہ ایک سو ترپن (۱۵۳) پر اختیار کیا ہے۔ مولانا عبدالحی صاحب نے اس کا ترجمہ حاشیہ پر اے تطھر بسبب العمل بہ ذنوبی اور اعضاء بدنی لکھا ہے۔" فقط والسلام۔

محمد زکریا ۲۲/ ذیقعدہ ۹۷ھ

اشکالات و جوابات

فضائل رمضان

مکتوب نمبر ۶

محترم مولانا صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

"فضائل رمضان" پر آپ کا مضمون پڑھ رہی ہوں۔ ایک جگہ آپ نے دعا کے قبول ہونے کے سلسلہ میں حجاج کا واقعہ نقل کیا ہے کہ اس نے دعا قبول ہونے والی جماعت کے لوگوں کی دعوت کر کے حرام غذا ان کی پیٹ میں ڈال دی اور کہا کہ میں اب ان کی بددعا سے محفوظ ہوگیا۔

اس سلسلہ میں آپ مہربانی فرما کر یہ لکھیں کہ اس واقعہ کے بعد اس جماعت کے لوگوں کی پھر اور کوئی دعا قبول ہوئی یا نہیں۔ کیوں کہ آپ نے اس مضمون میں صرف ایک واقعہ کی طرف نشاندہی کی ہے۔ امید کرتی ہوں کہ آپ جواب مرحمت فرمائیں گے۔" فقط

جواب ہمشیرہ سلمہا۔ بعد سلام مسنون' تمہارا خط پہنچا اس سے مسرت ہوئی کہ فضائل رمضان تم نے مطالعہ میں رکھی۔ بہت اچھا بہت مبارک ہے۔ حجاج والا واقعہ جتنا کتابوں میں تحریر تھا اتنا میں نے نقل کر دیا اس سے زائد واقعہ میں کوئی چیز میں اپنی طرف سے نقل نہیں کر سکتا تھا البتہ تو حد کا تقاضہ یہ ہے کہ جن لوگوں نے مستعد اور توبہ کرلی ہوگی یا اس کے بدن سے حرام غذا کا اثر جاتا رہا ہوگا ان کی تو ان شاء اللہ ضرور قبول ہوئی ہوگی اور یہ جو خیال لکھا گیا وہ تو حجاج ہی کا خیال تھا۔ اس لیے کہ مقصد حرام غذاء سے پرہیز کرنا ہے۔ لیکن اللہ جل شانہ اپنے لطف وکرم سے کسی خوبی کی وجہ سے دعا قبول فرمائیں تو وہ دوسری بات ہے۔ مظلوم کی دعا تو ہر حال میں قبول فرما لیتے ہیں چاہے فاسق ہی کیوں نہ ہو۔" فقط

محمد زکریا ۳/ ذیقعدہ ۱۳۹۳ھ

مکتوب نمبر ۷ ....

سیدی ومولائی حضرت شیخ مدظلہ العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

عرض یہ ہے کہ "فضائل رمضان" میں ایک حدیث پاک نقل فرمائی ہے وہ یہ کہ حضور پاک ﷺ کا پاک ارشاد ہے کہ تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی۔ ایک روزہ دار کی افطار کے وقت۔ دوسرے عادل بادشاہ کی' تیسرے مظلوم کی۔

اس میں افطار کے وقت کی تشریح مطلوب ہے۔ یعنی افطار کے وقت یا افطار سے پہلے یا افطار کے بعد۔ اگر افطار سے پہلے ہو تو کم از کم کتنے منٹ پہلے دعا شروع کی جائے نیز دعا میں ہاتھوں کا اٹھانا شرط ہے یا نہیں؟ فقط

جواب افطار کے وقت کی دعا افطار کے ساتھ ہی ہوتی ہے۔ اس میں ہاتھ نہیں اٹھائے جاتے۔ فقط محمد زکریا

مکتوب نمبر ۸ ....

محترمی ومکرمی مدظلہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

معروض آنکہ میرا ایک دوست ہے جس سے مجھے انتہائی انس ہے مگر وہ بیچارہ دین سے دور ہے۔ نماز وغیرہ کا بھی پابند نہیں۔ میں حتی المقدور کوشش کرتا ہوں

کہ وہ کسی طرح نماز کا پابند ہو جائے۔ چنانچہ مولانا الیاس صاحبؒ کی جماعتوں کے ساتھ چونکہ خود جاتا ہوں۔ اس لیے اسے بھی جانے کی دعوت دیتا ہوں کہ شاید اس کی اسی طرح سے اصلاح ہو جائے۔ مگر چونکہ اس سے انتہائی محبت ہے اس لیے ذرا ذرا سی بات پر اس سے بول چال بھی بند کر دیتا ہوں۔ اب بھی تقریباً تین ماہ سے بول چال بند ہے۔ اس قطع کلامی کے باوجود اس سے اب بھی محبت ہے۔ مجھے ہمیشہ یہ افسوس رہتا ہے کہ میں تو اس کی ہر بات ماننے کی کوشش کرتا ہوں لیکن جب وہ کوئی ایسا کام دیتا ہے تو ملنے کے لیے بھی آ جاتا ہے۔

اب معروض یہ ہے کہ جناب کی کتاب "فضائل رمضان" کے صفحہ تینتالیس ۴۳ پر لکھا ہوا ہے کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی سے تین دن چھوٹ چھوڑ رکھے اگر اسی حالت میں مر گیا تو سیدھا جہنم میں جائے گا۔

مطلع فرمایئے کہ کیا میں مندرجہ بالا حدیث جو اوپر لکھی ہے اس کی گرفت میں آتا ہوں یا نہیں؟ اور اگر آتا ہوں تو مجھے کیا کرنا چاہیے؟

دوسری بات یہ ہے کہ میری اصلاح کے لیے مجھے کچھ نصیحتیں فرمایئے چونکہ میں غصہ والی طبیعت کا آدمی ہوں۔ اکثر دوستوں سے بھی جھگڑ پڑتا ہوں۔ مگر خدا کے خوف کی وجہ سے ہاتھا پائی تک نوبت نہیں آتی"۔

جواب مکرم ومحترم۔ بعد سلام مسنون۔ آپ کا مشترک گرامی نامہ بنام احقر اور مفتی صاحب پہنچا۔ بندہ کی عادت مسائل کے جواب لکھنے کی نہیں ہے بلکہ جو براہ راست بندہ کے پاس استفتاء کا خط آتا ہے وہ بھی مفتی صاحب کی خدمت میں پیش کر دیتا ہے۔ اسکے باوجود یہ چند وجوہ بندہ خود ہی عریضہ لکھ رہا ہے۔

اولاً اس وجہ سے کہ یہ سوال بندہ ہی کے رسالہ سے پیدا ہوا۔ دوسرے جناب کا تبلیغی جماعت سے تعلق جس سے مجھے خصوصی انس ہے۔ تیسرے آپ نے مسئلہ کے ساتھ اپنے لیے مشورہ بھی دریافت فرمایا۔

لہٰذا مسئلہ کے متعلق تو یہ ہے کہ جناب نے جس رسالہ کا حوالہ ذکر فرمایا

ہے۔ اس میں تو خود ہی بڑی وضاحت اس امر کی کردی گئی کہ یہ ساری وعیدیں اسی صورت میں ہیں جبکہ ترک کلام کسی دنیوی نزاع کی وجہ سے ہو۔ اگر کسی دینی مصلحت یا شرعی معصیت کی وجہ سے ترک کلام کیا جائے تو وہ اس میں داخل نہیں۔

دوسری بات یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ ترک کلام کی جو وعیدیں آئی ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ترک سلام بھی کردیا جائے۔ اگر سلام کا سلسلہ باقی رہے تو پھر وہ ترک کلام کی وعید سے نکل جاتا ہے۔

آپ نے اپنے سوال کی وجوہ میں جو یہ لکھا کہ وہ اپنی غرض سے ملتا ہے ویسے نہیں ملتا۔ یہ قابل رنج تو ضرور ہے مگر اس پر ترک سلام نہیں ہونا چاہئے۔ بلکہ آپ خود ابتداء بالسلام کیا کریں۔

اسی طرح تمہاری بات نہ ماننا اور انکار کردینا ہے۔ اگر وہ نہ ماننا کسی دینی امر کا ہو تو ترک کلام میں مضائقہ نہیں۔ اور کسی دنیوی وجہ سے ہو تو ترک کلام ہرگز نہ کرنا چاہئے۔

اسی طرح تعلق تو غیر اللہ سے جتنا بھی کم ہو اچھا ہے۔ مدارات دوسری چیز ہے اور دلی تعلق دوسری چیز ہے۔ دلی تعلق تو آدمی جتنا بھی پیدا کرسکے۔ اس کے لئے ایک ہی پاک ذات ہے اور مدارات غیروں سے حتی کہ غیر مسلموں سے بھی چاہئے اور پھر حسب مراتب اسی مدارت میں اضافہ ہوتا رہتا ہے حتی کہ اہل قرابت سے اور بھی مؤکد ہوجاتا ہے۔

لہٰذا اگر آپ یہ خیال فرماتے ہیں کہ ترک کلام سے دلی تعلق کم ہوجائے گا تو سلام کے علاوہ ترک کلام میں مضائقہ نہیں۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ بات بات پر غصہ آجاتا ہے اس کے متعلق ایک بات کو کثرت سے سوچا کریں وہ یہ کہ میں اپنے مالک کی کتنی نافرمانیاں صبح سے شام تک کرتا ہوں۔ پس اگر میرے دوست احباب یا چھوٹے میرا کہنا نہ مانیں تو میرا کیا منہ ہے کہ ان پر غصہ کروں۔

اس کے بعد اگر وہ نافرمانی کسی دینی امر کی وجہ سے ہے تو اس کے اظہار کی کوشش کیجئے۔ حتی کہ اگر غصہ نہ بھی آوے تب بھی بہ تکلف غصہ ظاہر کیجئے۔ اور اگر کسی

دینی وجہ سے نہیں ہے تو پھر معاً اسی بات کو یاد کیجئے کہ میں اپنے مالک خالق اور رازق جس کے ہر آن مجھ پر لاکھوں احسان ہیں۔ کون سی اطاعت کررہا ہوں کہ دوسروں سے اطاعت کی امید رکھوں۔ انشاء اللہ اس پر عمل کرنے سے کچھ دن بعد غصہ کم ہوجائے گا۔

''البتہ اس کی کوشش کریں کہ ترک سلام کی نوبت بلاصریح معصیت کے کسی سے بھی نہ آوے۔''

فقط والسلام

محمد زکریا ۲۴ جمادی الثانی ۱۳۷۰ھ

مکتوب نمبر 9

بعد صد نیاز در خدمت بندہ رقم طراز ہے کہ آپ نے فضائل رمضان میں جو حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت شداد رضی اللہ عنہم اجمعین اسود بن یزید سعید بن المسیب، صلہ بن اشیم حضرت قتادہ امام ابوحنیفہ ابراہیم ابن ادہم اور امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ کے بارے میں جو واقعات نقل کیے ہیں تو وہ کن کن کتابوں سے نقل کیے ہیں۔ مطلع فرمائیں۔''

جواب

عنایت فرمایم سلمہٗ۔ بعد سلام مسنون۔ کئی دن ہوئے گرامی نامہ آیا تھا۔ آپ نے سوال میں دس حضرات کے اسماء گرامی لکھ کر دریافت فرمایا کہ ان کے واقعات کہاں سے نقل کیے۔ اس میں آپ نے ایسے اجمال سے کام لیا جس کی وجہ سے مجھے فضائل رمضان کو اوّل سے دیکھنا پڑا اور مختلف اسماء آتے رہے۔ بہت دور جاکر ان حضرات کا تذکرہ ملا۔ اسی وجہ سے جواب میں تاخیر ہوئی۔ اگر صفحہ کا یا موقعہ کا حوالہ آپ تحریر فرمادیتے تو زیادہ دقت نہ ہوتی۔

یہ واقعات مولانا عبدالحئی صاحب کے مشہور رسالہ 'اقامۃ الحجۃ علی ان الاکثار فی العبادۃ لیس ببدعۃ' سے لکھے گئے ہیں۔ اس میں صفحہ سات سے صفحہ دس تک ملاحظہ فرمالیں۔''

فقط

محمد زکریا ۲۹/ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۲ھ

مکتوب نمبر ۱۰ ....

سیدی ومولائی حضرت شیخ صاحب قبلہ مدظلہٗ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکتہٗ! رمضان المبارک قریب ہیں۔ اس لیے آپ کی کتاب "فضائل رمضان" کا مطالعہ شروع کر دیا۔ اس کتاب کے صفحہ اٹھارہ ۱۹ پر لکھا ہے کہ ایک حدیث میں ہے کہ مطیع بیٹے کی شفقت ومحبت سے ایک نگاہ اپنے والدین کی طرف ایک مقبول حج کا ثواب رکھتی ہے۔

میری نوٹ بک میں ایک حدیث ان الفاظ سے لکھی ہوئی ہے۔

عن ابن عباسؓ ان رسول اللہ ﷺ قال مامن ولد بار ینظرُ الی والدیہ نظر رحمۃ الا کتب اللہ لہ بکل نظرۃ حجۃ مبرورۃ قالوا وان نظر کل یوم مأۃ مرۃ قال نعم اللہ اکبر واطیب.

کیا یہ الگ الگ دو حدیثیں ہیں یا ایک ہے؟ میں ان دونوں حدیثوں کا حوالہ چاہتا ہوں کہ کس کتاب میں ہے"۔ فقط

جواب عنایت فرمایم سلمہٗ۔ بعد سلام مسنون۔ آج اتفاق سے آپ کا جواب کارڈ ڈاک میں رکھا ہوا ملا۔ قلق ہوا معلوم نہیں جواب کیوں رہ گیا۔ یہ دونوں حدیثیں ایک ہیں اور مشکوٰۃ شریف میں صفحہ چار سو تیرہ (۴۱۳) پر "باب البر والصلۃ" میں بیہقی کی شعب سے نقل کی گئی ہے"۔ فقط

محمد زکریا ۱۸ جمادی الاول ۱۳۷۶ھ

مکتوب نمبر ۱۱ ....

محترمی قبلہ حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

واقعی رمضان المبارک میں آنجناب کا قیمتی وقت ایسے خطوں میں خرچ کرانا بہت ہی حماقت بات سمجھتا ہوں۔ مگر ایک سخت ضرورت پیش آئی جس کی بنا پر خط لکھنا ضروری ہو گیا۔ اگر آپ معمول کے خلاف رمضان میں اس کا جواب دیں گے تو دو صاحبوں میں آپس میں اتفاق ہو جائے گا اور ان کی اصلاح ہو جائے گی۔

اور وہ کام یہ ہے کہ آپ نے "فضائل رمضان" میں شب قدر کی فضیلت

کے بیان میں صفحہ انتالیس ۳۹ پر امام شافعیؒ کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ وہ رمضان المبارک میں دن رات کی نمازوں میں ساٹھ قرآن شریف ختم فرمایا کرتے تھے۔

اس پر ایک شخص نے کافی اعتراض کیا کہ چھپنے میں غلطی ہو گئی ورنہ چوبیس گھنٹہ میں ساٹھ قرآن شریف ختم کرنا صحت وعقل کے خلاف ہے۔ یعنی چوبیس منٹ میں ایک قرآن ختم کرنا۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ غلط ہے اور بعض کا کہنا ہے کہ جو کچھ لکھا گیا ٹھیک ہے۔ بالآخر یہ طے ہوا کہ جناب کو لکھا جائے تاکہ تفصیل سے یہ واقعہ سمجھ میں آ جائے۔

فقط والسلام

جواب عنایت فرمایم سلمہٗ۔ بعد سلام مسنون۔ عنایت نامہ پہنچا (وہاں والوں کو) سمجھنے میں غلطی ہوئی (بلکہ صحیح مفہوم یہ ہے کہ) روزانہ دو قرآن ہوتے تھے۔ اس میں کوئی اشکال نہیں۔ بندہ نے جب یہ رسالہ لکھا تھا اس وقت میں نے اپنے دوستوں سے (رمضان میں ان کے قرآن پاک پڑھنے کے معمولات لکھنے کی) فرمائش کی تھی تو متعدد کے جوابات (پورے رمضان مبارک میں) ساٹھ سے لیکر پچپن (تک پڑھنے) کے آئے تھے۔ جن میں ایک عزیز مولانا انعام الحسن (صاحب) بھی تھے اور میرے والد صاحبؒ تو قرآن پاک حفظ کرنے کے بعد سے چھ ماہ تک ایک قرآن پاک روزانہ پڑھا کرتے تھے۔ ایسی صورت میں دو قرآن روزانہ پڑھ لینے میں کوئی اشکال نہیں"۔

فقط

محمد زکریا عفی عنہٗ ۱۷ رمضان المبارک ۱۳۸۷ھ

مکتوب نمبر ۱۲ ....

مادی وملجائی حضرت استاذ المحترم زید مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ خدا کرے مزاج اقدس بعافیت ہوں۔

ایک بات دریافت طلب یہ ہے کہ جامع مسجد میں جو منبر ہوتا ہے جس پر چڑھ کر امام خطبہ دیتا ہے۔ اس کے تین زینے ہونا کیا کسی حدیث سے ثابت ہے؟

حضور اکرم ﷺ کو جو ایک عورت نے غابہ لکڑی کا منبر بنا کر بھیجا تھا اس میں تین زینے تھے۔ فضائل رمضان فصل اول کی حدیث نمبر ۳ جو حضرت کعب بن عجرہ

سے مروی ہے اس سے تین درجوں کا ہونا معلوم ہوتا ہے۔

جواب

عنایت فرمایم سلمہٗ۔ بعد سلام مسنون اسی وقت عنایت نامہ پہنچا۔ آپ نے منبر نبویؐ کے متعلق دریافت فرمایا یہ تو بہت معروف چیز ہے۔ حدیث کی متعدد روایت میں اس کی تصریح ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے منبر کے تین درجے تھے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے اور جب تین درجے ہوئے تو نیچے کے دو درجوں کو سیڑھی سے تعبیر کر دیا۔ چنانچہ ابوداؤد شریف میں ابن عمر رضی اللہ عنہٗ کی روایت فاتحدله منبرا مرقاتين کے متعلق بذل المجہود جلد اول صفحہ ایک سو اٹھتر (۱۷۸) میں لکھا ہے قال العینی ثم اعلم ان المنبر لم یزل علی حاله ثلث درجات حتی زاده مروان فی خلافة معاویة ست درجات' فان قلت روی ابو داؤد حدیث مرقاتين فيه و بين ما ثبت فی الصحیح انه ثلث درجات منافات قلت الذی قال مرقاتين لم یعتبر الدرجة التی کان یجلس علیها صلی اللہ علیه وسلم. ا.ھ

کوکب دری جلد اول کے حاشیہ صفحہ ۲۰۱ میں ثلث درجات کی متعدد روایات ذکر کی گئی ہیں اور اس میں درج ہے حضرت انس رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بھی نقل کی ہے فصنع له منبره درجتان ویقعد علی الثالثة وفی روایة کان یجلس علی المجلس یضع رجلیه علی الدرجة الثانیة۔ ا۔ھ

ان سب میں تصریح ہے کہ حضور ﷺ کے منبر کے تین درجے تھے۔ تیسرے پر تشریف رکھتے تھے۔ دوسرے پر پاؤں مبارک ہوتے تھے اور علامہ عینی کے قول کے موافق خلفائے راشدین کے سب کے زمانہ میں ایسا ہی رہا۔ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اس کے درجے بڑھائے گئے۔

فقط والسلام

زکریا ۳ جمادی الاول ۱۳۷۶ھ

اشکالات وجوابات

حکایات صحابہ

مکتوب نمبر ۱۳ ..

مولانا صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

آپ کی لکھی ہوئی ''حکایات صحابہ'' مطالعہ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور

مجھے اور ہمارے تمام متعلقین کو حضرات صحابہ کی طرح ایمان اور فکر آخرت دے خاتمہ بخیر کرے۔

اس کتاب میں ایک قصہ لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ کے وقت میں قحط پڑا تو اللہ کے رسول ﷺ کا مزار مبارک پر روضہ میں تھا مگر دعا کراتے ہیں۔ آپ کے چچا حضرت عباسؓ سے مگر مزار مبارک پر ہمارے لیے دعا کرو کہہ کر عرض معروض نہیں کرتے۔ کیونکہ جانتے ہیں کہ یہ اللہ کو سخت ناراض کرنے والا فعل ہے۔ مگر آج ہمارے محتاط کہلانے والے علماء بھی اس مرض مسلک میں مبتلا ہیں۔ حج کو جا کر مزار مبارک پر یہ عرض و معروض کے سبب اور غیر مسنون سلام اور سرکار دو عالم ﷺ سے مخاطبت صرف لغو فعل ہی نہیں بلکہ شرک ہے۔

آپ اگر حضرات صحابہ کی طرح کا ایمان رکھتے ہیں تو ٹھیک ورنہ میری باتوں کو شاید برداشت بھی نہ کرسکیں۔ مگر میرے محترم بزرگ! کل قیامت کے دن کی برداشت ناقابل ہوگی۔ خانہ کعبہ کے پاس رونا چلانا' عرض معروض سب مبارک اور مزار مبارک کے پاس سوائے مختصر درود اور سلام کے دعا کی درخواست وغیرہ نامبارک ہے'' فقط۔

جواب

عنایت فرمایم سلمہٗ۔ بعد سلام مسنون۔ مخلصانہ مشورہ پر حق تعالیٰ شانہ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔ لیکن حیات النبی ﷺ کے تو اہل حدیث بھی قائل ہیں پھر معلوم نہیں آپ کو یہ تشدد کیوں پیدا ہوا۔ اس ناکارہ کے رسالہ فضائل حج میں تو سلف کے اقوال بھی اس کی تائید میں ملیں گے۔''

فقط

محمد زکریا ۲۲/ جمادی الثانی ۱۳۷۸ھ

مکتوب نمبر ۱۴ ....

بخدمت حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب مدظلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

عرض خدمت اقدس یہ ہے کہ حکایات صحابہ کے باب ہشتم میں حضرت سے بعنوان ''علمی ولولہ اور اس کا انہماک'' کے تحت ایک حدیث لکھی ہے جس کے راوی

حضرت ابوداؤد ہیں۔ اس میں لکھا ہے کہ فرشتے طالب علم کی خوشنودی کے لیے اپنے پر بچھا دیتے ہیں۔

اس حدیث کی ہمارے تبلیغی کارکن اس طرح تشریح کرتے ہیں کہ طالب علم کے قدموں سے نیچے پر بچھا دیتے ہیں۔ اس کی اصل تشریح کیا ہے مطلع فرما دیں۔ فقط۔

جواب

عنایت فرمائم سلمہ بعد سلام مسنون۔ جس حدیث کے متعلق آپ نے دریافت کیا۔ اس کے پورے الفاظ یہ ہیں۔ **من سلک طریقا یطلب فیه علما سلک الله به طریقا من طرق الجنة وان الملائکة لتضع اجنحتها رضا لطالب العلم الحدیث رواه احمد والترمذی وابوداؤد وابن ماجة والدارمی وابوالليث السمرقندی فی تنبیه الغافلین وابن حبان فی صحیحه والبیهقی فی الشعب وفی سنده اختلاف کثیرة**

شراح حدیث نے پر بچھانے کے مختلف معنی تحریر فرمائے ہیں۔ ایک یہ کہ طالب علم کی مجلس میں حاضر ہوتے ہیں اور پرواز سے رک جاتے ہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ فلاں نے رحلت سفر رکھ دیا یعنی سفر کرنے سے رک گیا۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ اس کے لیے عجز وانکساری کرتے ہیں اور پروں کی حرکت بند کر دیتے ہیں اور تیسرا مطلب یہ ہے کہ اس کی مدد کرتے ہیں اور اس کی مقصد براری کی سعی کرتے ہیں اور اپنی پرواز چھوڑ دیتے ہیں۔ چوتھا مطلب یہ ہے کہ طالب علم کے مخالفین کی سرکوبی اور ان کے فتنوں کے دفع کرنے کے لیے آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اور پانچواں مطلب یہ ہے کہ حقیقۃً پر بچھاتے ہیں تاکہ طالب علم کو اس پر اٹھا کر اس کے مقصد تک پہنچا دیں اور اس میں کوئی استعجاب نہیں، اللہ تعالیٰ کی قدرت میں ہر چیز ہے اور ہر چیز کا مشاہدہ ضروری بھی نہیں ہے۔

زکریا ساجی فرماتے ہیں کہ ہم بصرہ کی گلیوں میں گزرتے ہوئے بعض محدثین کے پاس جا رہے تھے تو ہم نے جلدی جلدی چلنا شروع کیا۔ اور ہمارے ساتھ ایک فاجر آدمی تھا۔ اس نے بطور مذاق کے کہا کہ تم اپنے قدموں کو فرشتوں کے پروں پر سے اٹھاؤ۔ اور ان کے پروں کو نہ توڑو کہتے ہیں کہ وہ اپنی جگہ سے بھی نہ ہٹ سکا۔ یہاں تک کہ اس کے پیر خشک ہو گئے اور گر پڑا۔ اسی نوع کا ایک اور واقعہ بھی ذکر کیا ہے۔

فقط والسلام

مکتوب نمبر ۱۵ ....

محترمی مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہٗ　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

"حکایات صحابہ جس کی ترتیب جناب نے کی ہے اس کے باب دہم کی حکایت نمبر پندرہ بابت حضرت ام حکیم رضی اللہ عنہا صفحہ ۱۲۶، ۱۲۷ کو سمجھنے میں ہم جیسے اردو داں طبقہ کو کچھ اشکال پیدا ہو گیا۔ وہ یہ کہ اس میں عدت کو کوئی اہمیت نہیں دی گئی۔ حالانکہ اس وقت تک اسلامی قانون وضابطہ مکمل ہو چکا تھا۔ کیا آپ پھر سے روشنی ڈالنے کی زحمت گوارا کریں گے۔"

فقط

جواب

عنایت فرمائم سلمہٗ بعد سلام مسنون۔ اسی وقت عنایت نامہ پہنچا آپ کے اشکال سے دل خوش ہوا۔ یقیناً کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو اس پر تنبیہ فرما دینی چاہئے تاکہ بات کی توضیح ہو جائے اور اگر غلطی ہو تو اس کی اصلاح ہو جائے۔

آپ نے یہ بھی اچھا کیا کہ حکایت صحابہ کا باب لکھ دیا اس لیے کہ یہ کتابیں بہت مختلف مطابع میں چھپی ہوئی ہیں اس لیے صفحہ سے کچھ پتہ نہیں چلتا۔

حکایات صحابہ والے قصہ میں کوئی اشکال سمجھ میں نہیں آیا۔ یہ آپ نے کہاں سے تجویز کر لیا کہ پہلے خاوند کے انتقال کے بعد انہوں نے اسی وقت نکاح بھی کر لیا تھا نفس نکاح ہونے کو لکھا ہے جو اپنے سارے شرائط وقواعد کے مطابق ہوا ہوگا۔ اب آپ یہ تحریر فرما دیں کہ اس میں مہر کا ذکر بھی نہیں بغیر مہر کے کیسے نکاح ہو گیا۔ اس میں گواہوں کا ذکر بھی نہیں بغیر گواہوں کے کیسے نکاح ہو گیا۔ بہرحال اس میں اس ناکارہ کی سمجھ میں کوئی اشکال نہیں آیا۔ اگر اس قصہ میں عدت کی نفی ہوتی یا یہ ہوتا کہ اسی وقت نکاح ہو گیا تھا تو اشکال کی گنجائش تھی۔"

فقط

محمد زکریا ۱۷ رجب ۱۳۸۵ھ

مکتوب نمبر ۱۶ . . .

حضرت مولانا دامت برکاتہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

گزارش ہے کہ آپ نے اپنی کتاب حکایات صحابہ یعنی سچی کہانیاں ـ صفحہ

چھیس پر تحریر فرمایا ہے کہ حضور کریم ﷺ نے گیرو رنگ کا کپڑا استعمال فرمایا ہے۔ اسکا ثبوت کون سی حدیث سے ہے۔ بمعہ حوالہ کتاب تحریر فرما کر مشکور فرمائیں اور یہ بھی تحریر فرمائیں کہ گیرو سے کیا مراد ہے کیا گیرو ہی مراد ہے یا اور کوئی رنگ زعفرانی وغیرہ۔ کیا وہ یہی گیرو تھا جس میں ہندو لوگ اپنے کپڑے وغیرہ رنگتے ہیں یا اور کوئی رنگ تھا۔" فقط

جواب

عنایت فرمایم سلمہٗ بعد سلام مسنون!

حوالہ خود اسی جگہ ہے۔ اشہر مشاہیر اسلام میں طبری کی روایات سے (جو تاریخ کی ایک کتاب ہے) نقل کیا ہے کہ گیرو ہی مراد ہے زعفران وغیرہ مراد نہیں۔ صحابہ کرام کا اس رنگ کو پہننا متعدد روایت میں ہے اس لیے گیرو کے رنگ میں کوئی اشکال نہیں۔ البتہ اتنا گہرا نہ ہونا چاہیے کہ عورتوں سے تشبہ ہو جائے کہ یہ ناجائز ہے۔ اسی طرح جوگیوں کے ساتھ بھی مشابہت نہ ہو کہ مشرکین کے ساتھ تشبہ کی ممانعت بہت سی روایات میں وارد ہے۔"

فقط محمد زکریا

مکتوب نمبر ۱۷

بشرف خدمت محترمی حضرت مولانا زکریا صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

ایک کتاب "حکایات صحابہ" آپ نے تصنیف کی ہے اس کے باب دوازدہم میں تھوڑی سی عبارت ہے جس پر چند حضرات اعتراض کرتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے اور شرع کے خلاف ہے وہ عبارت یہ ہے کہ حضورؐ کے فضلات پاخانہ پیشاب وغیرہ سب پاک ہیں اس لیے اس میں کوئی اشکال نہیں۔ معترضین یہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے فضلات پیشاب وغیرہ دیگر مخلوق کی طرح ناپاک ہیں۔ اس سے پہلے کی حکایت آپ نے حضرت عبداللہ بن زبیر کی نقل فرمائی ہے اور حوالہ خمیس سے تحریر فرمایا ہے۔ یہ خمیس کس کی تصنیف ہے۔

براہ مہربانی فضلات کی طہارت کا ثبوت قرآن حدیث یا کسی فقہ کی کتاب سے جس طرح آپ کو معلوم ہو تحریر فرمادیں۔ فقط

جواب

از زکریا عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون! عنایت نامہ پہنچا' جو حضرات حکایات صحابہ کے مضمون پر اعتراض کرتے ہیں وہ غیر مقلد ہوں گے کہ وہ اس کا انکار کرتے ہیں۔ ورنہ جمہور علماء کا مذہب یہی ہے جو حکایت صحابہ میں لکھا ہے۔ خمیس تو تاریخ کی کتاب ہے۔ اس سے تو مسئلہ ثابت نہیں ہوتا۔ یہ مسئلہ فقہ حدیث کی کتابوں سے ثابت ہے۔ رد المختار معروف بہ شامی جو فقہ کی مشہور کتاب ہے اس میں لکھا ہے

صحح بعض الائمة الشافعية طهارة بوله ﷺ وسائر فضلاته وبه قال ابو حنيفة كمانقله في المواهب اللدنية عن شرح البخاري للعيني وصرح به البيرى في شرح الاشباه وقال الحافظ ابن حجر تظافرت الادلة على ذلك وعدالائمة ذلك من خصائصه صلى الله عليه وسلم ا ه

شمائل ترمذی کی شرح میں ملا علی قاری نے برکۃ کی حدیث حضور اقدس ﷺ کے پیشاب کی لکھ کر تحریر کیا ہے۔

قال ابن حجر وبهذا استدل جمع من ائمتنا المتقدمين وغيرهم على طهارة فضلاته صلى الله عليه وسلم وهو المختار وافق الجمع من المتاخرين فقد تكاثرت الادلة عليه وعده الائمة من خصائصه وقيل سببه شق جوفه الشريف وغسل باطنه ﷺ. ا ه

قاضی عیاض نے شفا میں متعدد روایات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی حضور اقدس ﷺ کے خون (جو پچھنے لگوانے اور جہاد میں مجروح ہو جانے سے نکلا تھا) اور پیشاب کی طہارت سے متعلق نقل کی ہیں۔" فقط والسلام

محمد زکریا۔ ۱۵/ جمادی الثانی ۱۳۷۵ھ

مکتوب نمبر ۱۸

سیدی ومولائی حضرت الشیخ المعظم ادام اللہ فیوضہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضرت عالی! ایک زحمت دے رہا ہوں۔ میرا اب تک یہی حال رہا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کے فضلات میں صرف وہی چیزیں پاک ہیں جو عام انسانوں

ہیں۔ مثلاً تھوک، کھنکار وغیرہ۔ باقی پاخانہ و پیشاب کے بارے میں تحقیق نہیں تھی

۱؎ ص ۲۲۳ ج اول

لیکن آپ کے ملفوظات پر اعتماد کر کے یقین آگیا تھا کہ پاخانہ و پیشاب بھی پاک ہیں اور اب تک اس یقین پر ہوں بلکہ عام اجتماعات میں اس کا بیان بھی احقر کی زبان سے بار ہا ہوا۔ مگر ہنوز میرے سامنے اس مسئلہ پر دلائل نہیں ہیں۔

جناب نے عنوان قائم فرمایا ہے۔ حضرت ابن زبیر کا خون پینا اور پھر تحریر فرماتے ہیں۔ ف۔ حضور ﷺ کے فضلات پاخانہ پیشاب وغیرہ سب پاک ہیں۔ اس لیے اس میں کوئی اشکال نہیں۔ حکایات صحابہ ۳۲۱۔

بندہ کو اس مسئلہ کی تحقیق اور اپنے بیان کی تائید کے لیے فی الفور دلائل مع حوالہ جات کی اشد ضرورت ہے۔ حضور زحمت فرما کر مستقبل قریب میں بواپسی ڈاک میری اس تمنا کو پوری فرما کر ذرہ نوازی فرمائیں۔ فقط

جواب

مکرم محترم مد فیوضکم۔ بعد سلام مسنون! اسی وقت گرامی نامہ صادر ہوا اور جناب نے فی الفور جواب منگوایا۔ اس لیے مختصر ویسی عریضہ ارسال کر رہا ہوں اور عجلت کے خیال سے ہوائی ڈاک سے ارسال ہے۔

حضور اکرم ﷺ کے فضلات کے متعلق غالباً کسی اہل حدیث نے آپ پر اعتراض کر دیا جس سے آپ فکر میں پڑ گئے۔ بندہ کے خیال میں اس مسئلہ میں الجھنے اور بحث مباحثہ کرنے کی بالکل ضرورت نہیں ہے۔ اس مسئلہ سے ہم سب لوگوں کا عملی تعلق کوئی نہیں ہے۔ جس اہم دینی کام یعنی تبلیغ میں آپ لگے ہوئے ہیں اس میں ایسے مناظرے سد راہ ہیں اس وقت لوگ دین کے اہم ارکان نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ہی نہیں بلکہ کلمہ طیبہ اور ایمان سے کتنے غافل ہیں ان میں انہماک زیادہ ضروری ہے۔

اہل حدیث حضرات کو اگر اس پر اصرار ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے فضلات ناپاک ہی تھے تو اس سے ہمارا کیا اثر پڑتا ہے۔ جہاں تک اس ناکارہ کی تحریر کا تعلق ہے وہ اپنی جگہ پر بندہ کے نزدیک صحیح ہے۔ اس میں کوئی تردد نہیں۔ بندہ کے نزدیک تو دلیل کے درجہ میں صرف اسی قدر کافی ہے کہ قال ابن عابدین صحح بعض الائمة الشافعية طهارة بوله صلى الله عليه وسلم وسائر فضلاته وبه

قال ابو حنيفه كما نقله في المواهب اللدنية عن شرح البخاري للعيني وصرح به البيري في شرح الاشباه وقال الحافظ ابن حجر تظافرت الادلة على ذلك وعد الائمة ذلك من خصائصه صلى الله عليه وسلم انتهى اس سے بعد اس ناکارہ کے لیے تو کسی دلیل کی احتیاج باقی نہیں۔

اس کے علاوہ ملا علی قاریؒ نے شرح شمائل صفحہ تین پر لکھا ہے قال ابن حجر وبهذا استدل جمع من ائمتنا المتقدمين وغيرهم على طهارة فضلاته صلى الله عليه وسلم وهو المختار وفاقا لجمع من المتاخرين فقد تكاثرت الادلة عليه انتهى

اس میں جمع من المتقدمین اور جمع من المتاخرین نیز تکاثرت ادلہ تینوں لفظ قابل غور ہیں۔

اس سب کے علاوہ خود آپ کے غور کرنے کی چیز یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کے دم اور بول پینے کے متعدد واقعات مختلف صحابہ مردوں اور عورتوں سے حدیث کی کتابوں میں کثرت سے نقل کیے گئے ہیں جن کی کچھ تفصیل شفا قاضی عیاض مالکی اور مواہب لدنیہ اور اس کی شرح زرقانی میں صفحہ دو سو تینتیس (۲۳۳) جلد چہارم پر موجود ہیں آپ ضرورت سمجھیں تو ملاحظہ فرما لیں۔ ان سب روایات کے جمع کرنے سے متعلق فرداً فرداً بعض میں کلام بھی کیا گیا ہے لیکن اس سے بھی انکار نہیں کہ مجموعہ کے اعتبار سے قوی ہیں ان سب میں یا تو آپ یہ کہیں کہ ان سب حضرات نے ناپاک چیز کا استعمال کیا اور مزید برآں حضور اکرم ﷺ نے نہ تو ان کو منہ پاک کرنے کا حکم فرمایا اور نہ ناپاک چیز کے استعمال پر تنبیہ فرمائی یا پھر فضلات کی طہارت کو اختیار کیجیے جس میں کوئی شرعی مانع نہیں۔ اس صورت میں ان سب حضرات کو آپ ناجائز کے استعمال کے الزام سے بچا سکتے ہیں۔"

فقط والسلام

زکریا ۱۳ ربیع الاول ۱۳۷۶ھ

مکتوب نمبر ۱۹ ....

محترم المقام جناب حضرت مولانا محمد زکریا صاحب السلام علیکم!

گزارش ہے کہ آپ کی تصنیف شدہ کتاب حکایات صحابہ میں آپ نے ایک

ہے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے تقویٰ کے بیان میں تحریر کیا ہے اس میں دوسرے نمبر پر ایک واقعہ ہے حسن کا عنوان ہے۔ حضور ﷺ کا صدقہ کی کھجور کے خوف سے تمام رات جاگنا۔ اس میں جو واقعہ لکھا ہے اس سے بریلوی حضرات انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس کا کوئی ثبوت نہیں۔

بندہ نے مفتی محمد شفیع صاحب اور مولانا محمد یوسف صاحب سے پوچھا مگر ان حضرات نے فرمایا کہ اصل مصنف سے پوچھے ہمیں تو پتہ نہیں۔ اس لیے براہ مہربانی تحریر فرمائیں کہ یہ واقعہ کونسی کتاب میں ہے۔" فقط

جواب عنایت فرمایم سلمہ! بعد سلام مسنون! بدعتی تو ہم سے خفا ہیں ان کا غصہ موجب تعجب نہیں ہے۔ لیکن مفتی صاحب اور مولانا محمد یوسف صاحب کا انکار موجب تعجب ہے۔

یہ روایت مسند احمد جلد دوم میں صفحہ انکسوترانوے (۱۹۳) پر موجود ہے اور احیاء العلوم اور اتحاف میں عراقی سے اتقال کیا ہے۔ رواہ احمد باسناد حسن۔

اگر اس خط کے سمجھنے میں یا پڑھنے میں کوئی دقت ہو تو ان دونوں حضرات میں سے کسی سے سمجھ لیں اور دونوں حضرات کو یہ خط دکھلا دیں۔" فقط

محمد زکریا ۲۷/ زیقعد ۱۳۷۹ھ

مکتوب نمبر ۲۰

مکرم محترم مخدوم معظم زاد مجدہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

حضرت والا کی فضائل کی کتابوں کا فیض جس قدر عام ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے۔ ان کی مقبولیت کا بیان کرنا سورج کو چراغ دکھانا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ صحت کے کامل اہتمام کے ساتھ اس کی از سر نو کتابت کرا کر شائع کروں۔ اس سلسلہ میں مشورہ مطلوب ہے کہ یہاں چند علماء کو جن نے یک دو الفاظ پر شبہات ہیں وہ آپ کی خدمت میں پیش کر کے حل کرنا چاہتا ہوں۔ امید ہے کہ مفصل جواب سے نوازیں گے۔

(۱) حکایات صحابہ باب نمبر ۱۱ قصہ نمبر دو میں عمن کا ترجمہ روئی کیا گیا ہے

مجھے قرآن سے ترجمہ میں عن کا ترجمہ اون ملا ہے رہنمائی فرمائیں کہ کیا ترجمہ صحیح ہے؟

جواب عنایت فرمائم سلمہ، سلام مسنون! بہت دن ہوئے گرامی نامہ پہنچا تھا۔ یہ ناکارہ اس مرتبہ سفر حج سے واپسی کے بعد سے اس قدر ہجوم میں گھرا رہا ہے کہ ضروری خطوط کا جواب تو درکنار سننے کی بھی نوبت کم آئی اس کے بعد میوات کا سفر اور پھر سہارنپور کے تبلیغی اجتماع میں مشغول رہا اس کے بعد ماہ مبارک کی آمد شروع ہوگئی۔ اس ماہ میں خطوط کا جواب لکھنے کی فرصت تو کئی سال سے اس ناکارہ کو نہیں ہوتی۔ اس مرتبہ مہمانوں کے ہجوم کی کثرت کے ساتھ ساتھ امراض کی بھی کثرت رہی۔ اس وجہ سے آپ کے جواب میں تاخیر ہوتی چلی گئی۔ اس وقت بھی مہمانوں کے ہجوم میں بیٹھے ہوئے بلکہ لیٹے ہوئے آپ کو خط لکھوا رہا ہوں۔

اس ناکارہ کے فضائل کے رسائل کے سلسلہ میں آپ نے یا دوسرے لوگوں نے جو کچھ تحریر فرمایا یہ بالکل درست ہے۔ مگر اس میں میرا کوئی دخل نہیں۔ سید الکونین ﷺ کے ارشادات ہیں اور اکابر کے منقول ترجمے ہیں۔ یہ اصل برکات تو مجموع رسائل سید الکونین ﷺ کے ارشادات کی ہیں اور اس پر صاحبان اکابر کے حکایات کا ہے جن کے ارشادات سے تحریر کیے گئے۔ اس سیہ کار کی حیثیت تو صرف ناقل کی ہے۔ اللہ جل شانہ ان کی برکات اس سیہ کار کو بھی عطا فرمائے۔

آپ کا ارادہ طباعت اہتمام و تصحیح کے ساتھ مبارک ہے حق تعالیٰ مدد فرمائے اور آپ کیلیے صدقہ جاریہ بنائے اور دارین میں بہترین جزائے خیر عطا فرمائے۔

آپ نے بہت اچھا کیا کہ اشکالات و شبہات کو تحریر فرما دیا آئندہ بھی اس قسم کی کوئی بات ہو تو ضرور تحریر کر دیا کریں۔ مرشیں اور کوتاہی آدمی کے ساتھ لگی ہوئی ہیں۔

اس ناکارہ نے عم کا پارہ اپنے بچپن میں حدیث انخو کے ساتھ پڑھا تھا اس وقت سے ترجمہ عہن کا روئی سے ساتھ میرے ذہن میں تھا وہی لکھ دیا گیا۔ آپ کے گرامی نامہ پر کتب حدیث کی تلاش کر لی۔ یہ ناکارہ تو اپنے امراض کی کثرت بالخصوص آنکھوں کی کمزوری کی وجہ سے تلاش نہیں کر سکتا۔ شروح حدیث و تفسیر میں اس کا ترجمہ

اون ہی کے ساتھ ملا ہے۔ لہٰذا اس کی تصحیح کرادیں۔
میں نے اپنے کتب خانہ کے ناظم و مینیجر کو لکھوا دیا ہے کہ اس کی تصحیح کروادیں۔"
محمد زکریا عفی عنہٗ ۲ شوال ۹۲ھ چہار شنبہ

مکتوب نمبر ۲۱ ....

مکرمی محترمی حضرت شیخ زید مجدہ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حکایات صحابہ قصہ نمبر ۲ میں حضرت خباب بن الارت کے حالات میں لکھا ہے کہ حضرت خباب کا انتقال سینتیس (۳۷) سال کی عمر میں ہوا۔ حالانکہ اصابہ صفحہ ایک سو ایک (۱۰) جلد دوم میں دو قولوں میں سے پہلا قول جس کو حافظ نے اصح کہا ہے یہ ہے مات سنة سبع وثلثين اور آخر میں ہے وعاش ثلثا وستين سنة جس کا مطلب یہ ہوا کہ عمر تریسٹھ (۶۳) سال پائی۔ اور وفات سینتیس (۳۷) سال کی عمر میں نہیں بلکہ ۳۷ھ میں ہوئی اس کے متعلق فیصلہ تحریر فرمائیں۔

میری ایک تمنا یہ بھی ہے کہ جب یہ کتاب چھپ ہی رہی ہے تو یک کام اس پر یہ بھی ہو جائے تو بہتر ہے کہ مشکل مقامات کا مختصر سا حل بھی آجائے کیونکہ زیادہ تر یہ کتابیں کم پڑھے لکھے لوگوں میں سنائی جاتی ہیں۔ اسی طرح بعض خاص خاص محدثین کے حوالے جن بزرگوں کے نام اس میں آئے ہیں۔ ان کے بہت مختصر سے حالات وغیرہ بھی حاشیہ پر آجائیں۔

اس کے لیے بہتر تو یہی ہے کہ آنحضرت کے زیر سایہ اور آنجناب کے معتمد لوگوں میں سے کسی کے قلم سے یہ کام سہارنپور یا پھر دہلی میں جس کو آپ مناسب خیال فرمائیں۔ مجھے مطلع فرمادیں۔ بہرحال آنجناب کے مشورہ سے یہ کام بھی ہو جائے تو میرے لیے عین سعادت ہے۔" زیادہ حد ادب۔ فقط۔

جواب

عنایت فرمائے سلمہٗ۔ بعد سلام مسنون۔ اسی وقت عنایت نامہ مورخہ ۲۹ اکتوبر آج ۲/نومبر کو پہنچا مجھے تو بڑی ندامت ہے کہ آپ کے سابقہ خط کے جواب میں بڑی تاخیر ہوئی۔ اس کی تلافی کے لیے اپنی مشغولی کے بیچ میں آپ کے خط کا فوراً جواب شروع کرادیا۔ خباب بن الارت والا

اشکال صحیح ہے وہ کتابت کی غلطی ہے۔ یحیوی کتب خانہ کی مطبوعہ حکایات صحابہ کے صفحہ چودہ پر یہ عبارت طبع ہو چکی ہے کہ "سابقہ نسخوں میں کتابت کی غلطی سے سینتیس ۳۷ سال کی عمر چھپ گیا ہے جو غلط ہے صحیح ۳۷ھ ہے۔ ان کی عمر میں علماء کا اختلاف ہے۔

آپ کی خواہش اور تمنا تو بہت صحیح اور مناسب ہے۔ مگر یہ ناکارہ تو اب بالکل ہی معذور ہو چکا خط و کتابت سے بھی عاجز ہو گیا۔ یہاں کے میرے احباب مدرسے اسباق وغیرہ میں اتنے مشغول ہیں کہ کسی مستقل کام کا وعدہ کرنا بھی ان کے لیے مشکل ہے اور بہت دیر طلب کام ہے اس سلسلہ میں نظام مدین میں مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی اور مولانا اظہار الحسن صاحب کاندھلوی کو میرا یہ خط دکھلا کر کوئی مشورہ کرلیں اور ان دونوں حضرات میں سے کوئی شخص خود یا اپنی نگرانی میں عزیز رشید کاندھلوی یا اور کسی سے کرالیں اور یہ حضرات سے ملاحظہ فرمالیں تو بہت اچھا ہے۔"
فقط والسلام محمد زکریا

مکتوب نمبر ۲۲ ....

بخدمت گرامی شیخنا محمد زکریا صاحب مدظلہٗ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

ہمارے یہاں مسجد میں بعد نماز عصر آپ کی کتاب "تبلیغی نصاب" کا اجتماعی درس ہوتا ہے۔ حکایات صحابہ باب دوازدہم حضور اکرم ﷺ کے ساتھ محبت کے واقعات کے بیان میں "صفحہ ایک سو بہتر (۱۷۲) پر یوں درج ہے۔ ف۔ حضور اکرم ﷺ کے فضلات پاخانہ پیشاب وغیرہ سب پاک ہیں۔

اور عرض ہے کہ کیا یہ کتابت کی غلطی سے چھپ گیا یا جو کچھ لکھا گیا وہ صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو محل نظر ہے اور اس میں حقیقت سے زیادہ غلو معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ آپ دنیا میں اسی لیے تشریف لائے تھے کہ اپنی امت کو زندگی گزارنے کے سارے طریقے بتلادیں۔ بحمد اللہ آپ نے کمال وتمام بدرجہ اتم زندگی کے ہر شعبے میں تمام حجت کردی۔ چنانچہ طہارت کے بیان میں آپ نے پیشاب بھی فرمایا و طہارت بھی حاصل کی اور امت کو طہارت کے پورے مسائل سمجھا دیے نیز رفع حاجت کے طریقے بھی بتلادیے۔

قرآن وحدیث میں صاف مذکور ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ بشر تھے اور آپ

وبھی بشری حاجتیں ہوتی تھیں پھر یہ لکھا کہ آپ کا پیشاب پاخانہ پاک ہے یہ دلیل میں زیادتی ہے۔

ہم بیس پچیس نوجوان پابندی سے تبلیغی نصاب کا مطالعہ کر رہے ہیں۔ جب یہ بات آئی تو ہم سب شش و پنج میں پڑ گئے کہ یہ کیسی بچوں والی بات کتاب میں کیسے درج ہوگئی۔ اگر بالفرض اس کو صحیح بھی مان لیں تو سوال یہ ہے کہ پھر آپ سے اس سے متعلقہ مسائل کیسے سمجھائے ہوں گے۔" فقط

جواب

عنایت فرمائم سلمہ۔ بعد سلام مسنون۔ عنایت نامہ پہنچا۔ یہ ناکارہ بہت سے امراض کا شکار ہے اور ماہ مبارک میں آنے والے مہمانوں کا اب تک ہجوم ہے اس لیے جواب میں تاخیر ہوئی۔

حضور اقدس ﷺ کے فضلات کا پاک ہونا اس ناکارہ نے اپنی طرف سے نہیں لکھا بلکہ علماء کے یہاں یہ مشہور مسئلہ ہے اسی واسطے اس کے حوالہ کی ضرورت بھی نہیں سمجھی۔ معلوم نہیں آپ کے یہاں یہ تبلیغی نصاب سننے والوں میں کوئی عالم ہے یا نہیں۔ اگر آپ کے یہاں یا آپ کے قرب و جوار میں کوئی عالم ہو تو اس سے دریافت فرمائیں۔

شامی صفحہ دو سو بتیس (۲۳۲) جلد اول جمع الوسائل شرح شمائل ترمذی صفحہ دو جلد نمبر دو میں اس کی تصریح ہے۔ نیز بخاری شریف کی شرح عینی صفحہ سات سو ستتر (۷۷۷) پر بھی اس کی تصریح ہے۔ اس کے علاوہ بہت سے علماء نے اس کو صاف صاف لکھا ہے۔ حافظ ابن حجرؒ نے بخاری شریف کی شرح میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ کثرت سے دلائل اس پر ثابت ہیں۔

آپ کا یہ اشکال کہ اگر بالفرض یہ صحیح ہو تو حضور اکرم ﷺ نے اس کے مسائل کیسے سمجھائے ہوں گے؟ صحیح نہیں اس لیے کہ حضور اکرم ﷺ ان چیزوں میں تعلیم امت کے واسطے وہی معمول فرمایا کرتے تھے جو عام امت کا ہے۔ اس لیے تعلیم میں اس سے کوئی اشکال پیش نہیں آتا۔"

محمد زکریا ۲۷ شوال ۱۳۹۱ھ

مکتوب نمبر ۲۳

محترم المقام سیدو المجد والکرم حضرت شیخ زادہ مجدہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

عرض یہ ہے کہ حکایات صحابہ میں جہاں جہاں لفظ کافر یا کفار آیا ہے۔ وہاں پر ہم بنگلہ زبان میں ترجمہ کرتے ہوئے لفظ کافر کو غیر مسلم سے تعبیر کر سکتے ہیں یا نہیں۔ کیونکہ جب وہ کتاب کسی جان پہچان والے تعلیم یافتہ ہندو کے سامنے پڑھی جائے گی تو ان کو صدمہ ہوگا۔ اور ہمیں بھی شرم آئے گی۔ فقط"

جواب

عنایت فرمائم سلمہ۔ بعد سلام مسنون۔ عنایت نامہ پہنچا' لفظ کافر کا ترجمہ غیر مسلم کے ساتھ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں' کر سکتے ہیں۔"

محمد زکریا ۱۸ جمادی الثانی ۸۷ھ

مکتوب نمبر ۲۴ ....

مکرمی محترمی عالی جناب مولانا صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ!

آپ کی کتاب حکایات صحابہ میں یہ مضمون ہے کہ رسول پاک ﷺ کے یہاں صدقہ آتا تھا اور آپ اسے اصحاب صفہ میں تقسیم فرما دیتے تھے یا پھر جسے آپ مناسب سمجھتے تقسیم فرما دیتے۔

اس بارے میں ہمارے ایک دوست کا ذہن صاف نہیں ہو سکا' حالانکہ میں نے ان کو ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں بتلانے کی کوشش بھی کی وہ یہ جاننا چاہتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ کے یہاں صدقہ وغیرہ کیوں آتا تھا۔ براہ کرم آپ اس کے جواب سے مستفیض فرمائیں۔ فقط

جواب

اشکال سمجھ میں نہیں آیا۔ حضور اقدس ﷺ امیر المومنین بھی تھے قاضی بھی تھے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بہت سے لوگ ہدایا بھی پیش کرتے تھے اور صدقہ بھی۔ صدقات کا مال اس لیے آپ کی خدمت میں پیش کیا جاتا تھا تاکہ آپ اس کو اس کے مصرف میں خرچ کریں' خود حضور اقدس ﷺ بھی دریافت فرماتے تھے کہ یہ ہدیہ ہے یا صدقہ تاکہ اسی کے مناسب خرچ کیا جائے۔

محمد زکریا ۲۵-۱۲-۸۵ھ

مکتوب نمبر ۲۵ ....

حکایت صحابہ میں آپ فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحب مرحوم دودھ چھڑانے کے وقت پاؤ پارے قرآن شریف کے حافظ تھے ماشاء اللہ مولوی زکریا زندہ باد آپ نے اپنے والد صاحب کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی بڑھا دیا ہے کیوں کہ انہوں نے تو (حضرت) مریم علیہا السلام کی گود میں چند باتیں فرمائیں تھیں لیکن آپ کے والد صاحب نے پاؤ پارہ یاد کر لیا تھا۔

کیا ضرورت تھی ان باتوں کے لکھنے کی۔ فقط۔

جواب

میرے والد صاحب کے واقعہ کو حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام پر بڑھا دینے کا الزام میری عقل سے باہر ہے ہمارے اطراف میں تو عام طور سے بہت سے بچے بولنا شروع کر دیتے ہیں اور باتیں کرنے لگتے ہیں۔ اگر ایسی حالت میں چند سورتیں اس کو والدین نے یاد کرا دی ہوں تو اس میں کیا محال لازم آیا کیا آپ نے کسی ایسے بچے کو بھی نہیں دیکھا جو دودھ چھڑانے کے وقت باتیں کرنے لگا ہو۔"

فقط

محمد زکریا عفی عنہٗ

مکتوب نمبر ۲۶ ....

قبلہ عالی مقام حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

حکایات صحابہ صفحہ بیسویں سطر بیس پر حضرت سعید بن جبیر اور حجاج بن یوسف کا مکالمہ ہے۔ اسی میں مذکور ہے کہ "غیب کا جاننے والا تیرے علاوہ اور شخص ہے۔"

برائے کرم وضاحت فرمائیں کہ شخص کا اطلاق باری تعالیٰ پر کیسا ہے؟ مولانا یونس صاحب نے آپ ہی سے استفسار کرنے کے لیے تحریر کیا ہے۔ فقط

جواب

عنایت فرمائم سلمہٗ بعد سلام مسنون۔ عنایت نامہ ایسے وقت پہنچا کہ یہ ناکارہ خطوکتابت سے بالکل معذور ہے۔ آنکھ کے آپریشن کے بعد سے ضعف بھی بہت زیادہ ہے۔ خطوط کا لکھوانا اور سننا بھی دشوار ہے۔ تعجب ہے کہ مولانا یونس صاحب نے مجھ پر کیوں حوالہ کیا اس کا جواب تو وہ خود زیادہ تفصیل سے لکھتے۔

مجھے جناب کا مبلغ علم بھی معلوم نہیں۔ آپ نے حدیث پڑھی ہے یا نہیں؟

امام بخاری نے ترجمۃ الباب باندھا ہے لا شخص اغیر من اللہ تعالیٰ۔

لامع الدراری علی جامع البخاری جلد ثالث صفحہ چار سو چالیس ۴۴۰ میں اس پر طویل بحث کی گئی ہے کہ شخص کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر جائز ہے یا نہیں؟

حضور اکرم ﷺ کا پاک ارشاد لا شخص اغیر من اللہ تعالیٰ کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر کیا گیا ہے۔ اس میں شرح بخاری کے مختلف اقوال حاشیہ پر نقل کیے ہیں۔ اگر آپ نے بخاری شریف پڑھی ہے تب تو آپ خود ہی ملاحظہ فرمالیں ورنہ کسی شیخ الحدیث سے یہ بحث سن لیں۔ تو تفصیل معلوم ہو جائے گی۔ فقط۔

محمد زکریا   ۴ جون ۱۹۷۵ء مدینہ منورہ

اشکالات وجوابات

فضائل نماز

مکتوب نمبر ۲۷ ....

سیدی حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہٗ العالی۔ سلام مسنون!

کچھ لوگوں نے مجھ سے ایک سوال کیا۔ جس کے لیے آپ کی طرف رجوع کرنا اچھا معلوم ہوا۔ سوال یہ تھا کہ بنی الاسلام علی خمس میں خیمہ کی مثال دیتے ہوئے فضائل نماز میں فائدہ کے تحت میں جو لکھا ہے وہ حدیث ہے یا جناب نے تشریح حدیث میں تحریر فرمایا ہے۔ میں نے اپنی کم علمی کا اظہار کیا تو ان لوگوں نے بھی مجبور کیا کہ آپ کو لکھوں۔ حضرت کی دعاؤں اور سمجھانے کے طفیل اب تبلیغی کاموں میں بندہ لگ گیا جس کی وجہ سے بڑی اصلاح ہو رہی ہے اور بھی دعا کی ضرورت ہے۔" فقط

جواب

عنایت فرمائم سلمہٗ۔ بعد سلام مسنون!

عنایت نامہ ملا۔ حدیث شریف کی جو توضیح خیمہ کی مثال دے

کر کی گئی ہے وہ شراح حدیث کی توضیح ہے۔ میری اپنی بیان کردہ نہیں ہے۔ بخاری شریف کی مشہور شرح عینی جلد اول صفحہ ایک سو اکتالیس (۱۴۱) دیکھ لی جاوے۔"

فقط والسلام محمد زکریا ۲ ربیع الثانی ۸۲ھ

مکتوب نمبر ۲۸ ....

مخدوم و مکرم جناب حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہٗ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

گزارش یہ ہے کہ بزرگوں سے سنا تھا کہ جو خدائے تعالیٰ کو محبوب ہے وہی حضور اکرم ﷺ کو بھی محبوب ہے پورا یقین ہے کہ یہ ہی ہے بلکہ فضائل نماز میں ایک قصہ لکھا ہے جس میں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے تین چیزیں محبوب ہیں۔ عورتیں، خوشبو اور نماز میں آنکھ کی ٹھنڈک، حضور اکرم کی گفتگو کے بعد اللہ کا یہ ارشاد فرمانا کہ مجھے بندہ کی تین چیزیں محبوب ہیں۔ طاقت کا خرچ کرنا۔ جانی یا مالی گناہ پر رونا، فاقہ پر صبر کرنا۔

واللہ مجھے حدیث پر بالکل اعتراض نہیں۔ مگر سمجھنا یہ چاہتا ہوں کہ یہ کیا بات ہے کہ اللہ کی محبوب تین چیزیں کچھ ہیں اور بندہ کی کچھ اور ہیں۔ اس کو آپ حدیث شریف پر اعتراض خیال نہ فرمائیں۔ میری طاقت کہاں کہ حدیث پر اعتراض کرسکوں، صرف میری سمجھ کا قصور ہے۔" استغفر اللہ، استغفر اللہ۔"

جواب عنایت فرمائم سلمہٗ بعد سلام مسنون۔ عنایت نامہ پہنچا۔ محبت کی انواع ہو کرتی ہیں۔ جو چیز حضور ﷺ کو محبوب ہو وہ اللہ کو بھی محبوب ہے۔ لیکن اللہ جل شانہ عورتوں سے منزہ ہے۔ اسی طرح نماز جو عبدیت سے تعلق رکھتی ہے اس کو بندہ تو کرسکتا ہے مگر اللہ جل شانہ کس کی بندگی کرے؟ اس لیے اللہ جل شانہ نے (تین چیزیں) اپنی شان کے موافق ارشاد فرمائی ہیں جو بندوں کے لیے اس کی شان کے مناسب مفید ہیں۔"

محمد زکریا ۲۲/رجب ۸۶ھ

مکتوب نمبر ۲۹ ....

حضرت المحترم سیدی وسندی ومولائی زید مجدکم السامی۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

حضرت والا نے ایک حدیث کا ترجمہ فضائل نماز میں منبہات حافظ ابن حجر سے نقل کیا ہے۔ حدیث یہ ہے حبب الی ثلاث الطیب والنساء وقرة عيني في الصلوة یہ حدیث حسب تصریح علامہ زین الدین عراقی (احیاء العلوم) نسائی اور حاکم کی ہے اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ علامہ موصوف نے ثلاث کی زیادتی پر کلام کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ یہ لفظ متن حدیث میں وارد نہیں ہے۔ حضرت مولانا تھانوی نے امداد الفتاوی میں بھی زرکشی وغیرہ محدثین سے اس لفظ کی زیادتی کے متعلق لکھا ہے۔ کہ یہ لفظ احیاء العلوم اور کشاف سورہ آل عمران میں تو ملتا ہے مگر حدیث کی کتابوں میں نہیں۔ البتہ ملا علی قاری نے الموضوعات الکبیر میں لفظ کی حمایت کی ہے اور اس حدیث پر مسند امام احمد بن حنبل میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہوئے کلام فرمایا ہے۔

بہرحال یہ سب باتیں میں نے پڑھ لی ہیں لیکن اس حدیث میں آگے جو طویل متن ملتا ہے جس میں ذکر ہے کہ اس حدیث کو سن کر حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم اجمعین نے اپنی اپنی منتخب اور پسندیدہ تین تین خصلتیں ذکر فرمائی ہیں۔

اب مجھے اس کے متعلق تحقیق مقصود ہے کہ اس متن کا مخرج کونسی حدیث کی کتاب ہے اور یہ روایت کس سے مروی ہے۔

اصح المطابع کراچی سے حال میں منبہات کا ایک صاحب نے اردو ترجمہ کیا ہے جس کا نام "تازیانے" ہے۔ اس ترجمہ کے شروع میں عرض ناشر کے عنوان سے مہتمم اصح المطابع نے منبہات کے جن ہندوستانی مطبوعہ نسخوں کے شروع میں حافظ ابن حجر کی تصنیف ہونا اس کو بتایا گیا ہے وہ عبارت اور انتساب کسی شخص کا غلط اضافہ ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ یہ کتاب چند موضوعات اور ضعیف احادیث سے بھری ہے۔ علامہ ابن حجر جیسے محقق محدث کا ایسی کتاب کا لکھنا بعید از عقل معلوم ہوتا ہے۔

دوسرے علامہ کاتب چلپی نے کشف الظنون میں جہاں حضرت شیخ ابن حجر کی تصنیفات کا مفصل تذکرہ کیا ہے وہاں اس کتاب کا کوئی نام نہیں ملتا اور تذکرہ نویسوں اور علامہ ابن حجر کے سوانح نگاروں نے بھی علامہ کی تصنیفات میں اس کتاب کا نام تک نہیں لیا۔

نیز قسطنطنیہ کی چھپی ہوئی المنبہات کے شروع میں اس کتاب کے مصنف کا نام زین القضاۃ احمد محمد ... ملتا ہے۔ ... قائم کیے ہیں۔

جناب والا سے التماس ہے کہ اس بارے میں مجھ ... کی رہنمائی فرمائی جائے۔

فقط والسلام

جواب

عنایت فرمائم سلمہ' بعد سلام مسنون۔ عنایت نامہ پہنچا۔ تمہارے علمی مشاغل سے بہت مسرت ہوئی۔ حق تعالیٰ شانہ اپنے فضل و کرم سے علم وعمل میں ترقیات عطا فرمائے۔ یہ ناکارہ اپنے امراض کی وجہ سے کئی سال سے تقریباً معذور ہوگیا۔ دو سال سے ضعف نگاہ کی وجہ سے خط وکتابت بھی دوسرے ہی کرتے ہیں۔

لوگ نزول آب بتاتے ہیں۔ اس کے علاوہ دوران سر کا عارضہ بھی روز افزوں ہے جس کی وجہ سے سب کتب کی مراجعت بھی دشوار ہے۔

فضائل نماز میں یہ مضمون جیسا کہ اس میں حوالہ دیا گیا ہے منبہات ابن حجر سے نقل کیا ہے۔ ویسے علامہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں بھی اس قصے کا ذکر کیا ہے۔ اصل روایت محب طبری کی ریاض نضرۃ سے چلی ہے۔ اسی سے علامہ قسطلانی نے لیا ہے۔ اسی سے غالباً منبہات میں بھی لیا گیا ہوگا۔

منبہات کے متعلق ہندوستان کے قدیم نسخوں میں جس پر سابق علماء کی تصحیح اور حاشیہ بھی ہے ابن حجر عسقلانی ہی لکھا ہے اس کی وجہ سے [illegible]

بعد میں یہ دیکھا کہ اس پر کچھ لوگوں نے اشکال کیا ہے۔ لیکن دلیل میں کشف الظنون کا سن وفات نہ لکھنا کوئی دلیل نہیں ہے کاتب کی غلطی سے بھی چھوٹ سکتا ہے اور متعدد جگہ کشف الظنون میں ایسا ہوا ہے۔ علامہ جزری کی کتاب النشر فی القرأت العشر کے متعلق بھی اسی طرح سن کا ... ہوا ہے۔ لہٰذا یہ تو کوئی دلیل ایسی نہیں ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ تعالیٰ کی مؤلفات میں تہذیب التہذیب اور لسان

المیزان کے ختم پر اس کو شمار کیا ہے۔ البتہ یہ اشکال ضرور ہے کہ اس کی روایات حافظ کی شان سے مناسب نہیں۔ اگرچہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ تصوف میں جا کر سب ہی حضرات ڈھیلے ہوجاتے ہیں اور یہ رسالہ تصوف ہی کا ہے۔"

فقط والسلام محمد زکریا ۱۵ شوال ۸۳ھ

مکتوب نمبر ۳۰

محترم مقام، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

عرض ہے کہ میں تبلیغ کے کام میں تقریباً دو سال سے لگا ہوا ہوں جس کے نتیجہ میں مجھے اتنا فائدہ ہوا کہ شاید کسی اور کو ہوا ہو۔ تبلیغ کے کام سے تعارف ہوتے ہی سب سے پہلے آپ کی فضائل کی کتابوں سے مناسبت پیدا ہوئی۔ اس اثناء میں بزرگوں انسانوں سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ سب ہی نے خواہ جاہل ہو یا عالم اس بات کا اعتراف کیا کہ جس طرح تبلیغ کا کام اس زمانے میں ایک کرامت ہے اسی طرح وقت کے لحاظ سے یہ فضائل کی کتابیں بھی اس سے کم نہیں۔ لیکن ایک حدیث کے متعلق بعض حضرات کا کہنا ہے کہ اس میں محدثین بہت سخت ہیں۔ بعض لوگوں نے کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے جو اس کتاب کے مناسب نہیں اور وہ حدیث یہ ہے کہ "جو شخص نماز کو قضا کرے گو وہ بعد میں بھی پڑھ لے پھر بھی اپنے وقت پر نہ پڑھنے کی وجہ سے ایک حقب جہنم میں جلے گا۔

بہتر یہ ہے کہ اس حدیث کو تبلیغی نصاب میں شامل نہ کیا جائے اور اگر آپ اسے مناسب سمجھیں تو کوئی حرج نہیں۔ فقط

جواب

عنایت فرمائم سلمہ' بعد سلام مسنون۔ کئی دن ہوئے گرامی نامہ موجب مسرت ہوا تھا جس میں فضائل نماز کی حقب والی حدیث پر جناب نے اپنی طرف سے اور دوسرے احباب کی طرف سے یہ فرمائش لکھی تھی کہ اس کو نکال دیا جائے اس لیے کہ یہ ضعیف حدیث ہے اس کتاب میں نہیں ہونی چاہیے وغیرہ وغیرہ۔

یہ ناکارہ مختلف امراض کا شکار ہے۔ اس کے باوجود اسی وقت عریضہ کا

جواب لکھنے کا ارادہ کیا لیکن سمجھ میں نہ آیا کہ کیا لکھوں؟ اس ناکارہ نے اگر اپنی طرف سے کچھ لکھا ہوتا تو یقیناً اس کی اصلاح بھی کی جا سکتی ہے اور اس کو حذف بھی کیا جا سکتا ہے لیکن جب ایک معتبر کتاب میں حضور اقدس ﷺ کی طرف سے نقل کیا گیا ہے تو اگر ضعیف بھی ہو تب بھی لوگوں کو بچانے کی نیت سے اس کے تذکرے میں کوئی مانع اب تک سمجھ میں نہیں آیا۔

اگر کوئی شخص کسی کوٹھڑی میں کوئی سانپ دیکھے اور پھر وہ لوگوں کو بتائے کہ میں نے اس میں سانپ دیکھا ہے تو اس صورت میں بتانے والے کو یہ الزام دینا کہ تو نے لوگوں سے کیوں کہا؟ تجھے کسی سے کہنا نہیں چاہیے تھا۔ یہ بندے کے خیال میں تو مناسب نہیں۔ بندہ کا خیال تو یہ ہے کہ اس کو ضرور کہنا چاہیے تاکہ لوگ احتیاط کریں۔

حضرت مجدد الف ثانی نور اللہ مرقدہٗ نے بھی اپنے مکتوبات میں اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ اس کے علاوہ نماز کے چھوڑنے کی وعید میں بھی ایک حدیث نہیں بلکہ ساری ہی وعیدیں سخت سے سخت ہیں اور جب کہ ایک نماز کو جماعت کے ساتھ پڑھنے میں ستائیس نمازوں سے زیادہ کا ثواب ہے۔ جیسا کہ اسی رسالے میں آگے جماعت کی نماز کے فضائل کی حدیث نمبر ۱۱ میں لکھا ہے تو پھر نماز کے قضا کرنے میں اس سے کم گناہ کا محل نہیں۔ اس کے ساتھ ہی اس حدیث کے ختم پر توبہ کرنے سے مولائے کریم کے معاف کر دینے کا بھی تو ذکر ہے۔ ایسی حالت میں بہت ضروری تھا کہ وعید کی روایت کو ذکر کیا جاتا تاکہ جن لوگوں سے یہ گناہ صادر ہوا ہے اور ان کی نمازیں قضا ہوئی ہیں وہ مالک کے سامنے گڑگڑا کے توبہ کریں تو ان کے لیے آخرت کی مصیبت سے نجات کا ذریعہ بنے۔

میں نے دوسرے احباب سے بھی مشورہ کیا۔ ابھی تک اس ناکارہ کی سمجھ میں اس حدیث پاک کے نکالنے کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی۔ البتہ آپ کی تحریر سے یہ خیال ضرور ہوا کہ توبہ کرنے کی ترغیب ان شاء اللہ بڑھا دی جائے گی۔ یہ اپنا خیال ہے۔ اس کے بعد بھی آپ اگر اس سلسلے میں کوئی مشورہ دینا چاہیں تو ضرور دیں۔ یہ ناکارہ غور کرے گا۔"

محمد زکریا ۱۲ رجب ۱۳۸۵ھ

مکتوب نمبر ۳۱

عزیزی مکرمی حضرت شیخ الحدیث صاحب دام ظلہٗ بعد سلام مسنون!

آنجناب نے فضائل نماز کے اخیر میں جو لکھا ہے کہ نماز میں بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) چیزیں ہیں جن کو حق تعالیٰ نے بارہ چیزوں میں ضم فرما دیا اور ان بارہ کی رعایت ضروری ہے۔ ان بارہ میں سے ایک علم ہے جس کے تین جز ہیں اس میں تیسرا جز یہ ہے کہ شیطان نماز میں کس کس طرح رخنہ ڈالتا ہے۔

اب میری گزارش ہے کہ اس کی مکاریوں کی کچھ تفصیل لکھیں تاکہ ان سے بچنے کی کوشش کریں اور اللہ سے پناہ مانگیں۔" فقط

جواب

عنایت فرمائم سلمہٗ۔ بعد سلام مسنون!

شیطان کے مکر و فریب کیا ایسی چیزیں ہیں جن کو بندہ جوابی کارڈ پر لکھ سکے۔ اس کے لیے تو مستقل کتاب بھی کافی نہیں۔ بس مختصراً اتنا ہے کہ نماز میں اللہ کے سوا کسی دوسری چیز کا خیال نہ آئے اور جن آداب و مستحبات کی نماز میں رعایت ضروری ہے ان کا اہتمام کیا جائے۔"

فقط محمد زکریا کاندھلوی

۱۵ جمادی الاول ۱۳۷۰ھ

مکتوب نمبر ۳۲

بخدمت حضرت زاد مجدہٗ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ گزارش ہے کہ جناب والا کی ایک کتاب "فضائل نماز" کی وجہ سے میرا ایک شخص سے جھگڑا ہو گیا۔ وہ بتاتا ہے کہ "فضائل نماز" میں جو حدیثیں ہیں وہ سب موضوع ہیں اور ان کی سند ضعیف ہے۔ اس شخص نے آپ کو بہت برا بھلا کہا ہے۔ لہٰذا تحریر فرمائیں کہ آپ کی کتاب میں کوئی حدیث موضوع ہے یا نہیں۔" زیادہ حد ادب۔ فقط

جواب

عنایت فرمائم سلمہٗ۔ بعد سلام مسنون۔ عنایت نامہ پہنچا۔ بندہ کے علم میں فضائل نماز میں موضوع روایات تو نہیں ہیں۔ البتہ بعض روایات پر ضعیف کا حکم کیا گیا ہے۔ مگر اول تو فضائل اعمال میں محدثین نے ایسی روایات کو جائز قرار دیا ہے۔ دوسرے جن پر کلام کیا گیا ہے وہ رسالہ میں تفصیل سے

حوالے نقل کیے ہیں اس میں نماز کے اہتمام کے مضامین کی بحث میں یہ لکھا ہے کہ نماز میں کھڑے ہونے کی حالت میں پاؤں پر نگاہ رکھنا۔ اور اسی رسالہ کے صفحہ نمبر (۹۷) پر یہ بتایا ہے کہ قیام میں کھڑے ہونے میں نگاہ سجدہ کی جگہ رہے۔ یہ دونوں باتیں ایک دوسرے سے ٹکراتی ہیں۔"

بظاہر خطوط والی عبارت مشکوک معلوم ہوتی ہے۔ دونوں میں جو بھی صحیح ہو اس سے ہمیں مطلع فرمائیں۔" فقط

جواب

طبع کرنے والے بہت گڑبڑ کر دیتے ہیں۔ بار بار تنبیہ کی جاتی ہے۔ فضائل نماز کی غلطی کے متعلق پہلے بھی بیت صاحب نے لکھا تھا جس پر طابع کو تنبیہ کر دی گئی۔ یہ عبارت یحیوی کتب خانہ کے نسخہ میں صحیح ہے وہ کسی سے لے کر اپنی کتاب میں درست کریں۔ محمد زکریا ۱۷ شوال ۷۹ھ

مکتوب نمبر ۳۶ ....

سراپا اخلاص وکرم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

بہت سی باتیں دل پوچھنا چاہتا ہے لیکن ہمت ہی نہ لکھ سکا۔ اس وقت یہ چیز قابل تحریر ہے کہ فضائل نماز صفحہ نمبر (۸۹) میں حضرت مجدد الف ثانی نور اللہ مرقدہ کے مکاتیب سے اخذ کردہ عبارت میں یہ تحریر ہے کہ

نماز میں کھڑے ہونے کی حالت میں پاؤں پر نگاہ رکھنا" اور سجدہ میں ناک پر رکھنا اور بیٹھنے کی حالت میں ہاتھوں پر نگاہ رکھنا نماز میں خشوع پیدا کرتا ہے۔ اس عبارت میں قیام کی حالت میں پیر پر نظر رکھنا سمجھ میں نہیں آتا۔ اس کو واضح فرما دیں۔

فقط

جواب

لفافہ بتاریخ کل پہنچا۔ اس کے جواب نے بہت وقت صائع کیا۔ اس لیے کہ میرے پاس جو نسخہ ہے اس میں صفحہ نمبر (۸۹) ہے ہی نہیں۔ ایک اسی (۸۰) صفحہ کی سے دوسری تک اس صفحہ سے ... یہ خشوع کا باب پورا پڑھا اور جب مجدد صاحب کے قصہ پر پہنچا تو معلوم ہوا کہ آپ کے نسخہ میں عبارت رہ گئی۔ میرے سامنے جو نسخہ یحیوی کا مطبوعہ ہے اس کی عبارت یہ ہے۔

نماز میں کھڑے ہونے کی حالت میں سجدہ کی جگہ نگاہ جمائے رکھنا رکوع کی حالت میں پاؤں پر الخ

جس عبارت پر خط کھینچا ہے یہ عبارت آپ کے نسخہ میں رہ گئی۔ میں عام اشاعت کے خیال سے سب کو اجازت دے دیتا ہوں مگر لوگ غلط طبع کرتے ہیں اسی لیے ناظم مکتبہ مجھ سے ناراض ہیں۔" محمد زکریا ۶ ذی الحجہ ۷۷ھ جمعہ

اشکالات وجوابات

فضائل ذکر

مکتوب نمبر ۳۷ ....

محترمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے جب وہ گناہ صادر ہو گیا جس کی وجہ سے جنت سے دنیا میں بھیج دیے گئے تو ہر وقت روتے تھے۔ اور دعاء و استغفار کرتے رہتے تھے۔ ایک مرتبہ آسمان کی طرف منہ اور عرض کیا یا اللہ محمد ﷺ کے وسیلہ سے تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں۔ وحی نازل ہوئی کہ محمد کون ہیں (جن کے واسطے سے تم نے استغفار کی) عرض کیا جب آپ نے مجھے پیدا کیا تھا تو میں نے عرش پر لکھا ہوا دیکھا تھا "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ" تو میں سمجھ گیا تھا کہ محمد ﷺ سے اونچی ہستی کوئی نہیں ہے جن کا نام تو نے اپنے نام کے ساتھ رکھا' وحی نازل ہوئی کہ وہ خاتم النبیین ہیں۔ تمہاری اولاد میں سے ہیں لیکن وہ نہ ہوتے تو تم بھی پیدا نہ کیے جاتے۔" فضائل ذکر عکسی صفحہ ۹۵۔ ۹۶

اس کے بالکل خلاف قرآن میں یہ مضمون ملتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے کچھ کلمات سیکھے اور معافی مانگی تو اللہ نے ان کا قصور معاف کر دیا۔ (سورۃ بقرہ آیت ۳۷)

نیز سورہ اعراف آیت تینتیس (۲۳) میں حضرت آدم علیہ السلام کی دعا کے کلمات یہ بتائے گئے ہیں ربنا ظلمنا انفسنا وان لم تغفرلنا وترحمنا لنکونن

نَّ من الْخٰسِرِین۔ اب سوال یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی دعا کے الفاظ کون سے ہیں۔ آیا وہ جو حدیث بالا میں مذکور ہیں۔ یا وہ جو سورہ اعراف میں پائے جاتے ہیں۔ دوسرا سوال یہ ہے کہ مذکورہ بالا حدیث کیسی ہے؟ صحیح یا موضوع؟ اگر صحیح ہے تو اس میں اور قرآن مجید کی آیت میں تطبیق کی کیا صورت ہے اور اگر موضوع ہے تو کیا اس قسم کی حدیثوں کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کرنا جائز ہے۔ فقط

جواب

عنایت فرمائم سلمہٗ بعد سلام مسنون!

اسی وقت عنایت نامہ پہنچا۔ فضائل ذکر کی حدیث میں اور قرآن پاک کی آیت میں کوئی تعارض نہیں۔ آپ خود ہی خیال فرمائیں کہ جب حضرت آدم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر وقت روتے تھے دعا وغیرہ کرتے تھے تو اس کا مطلب تو خود ہی یہ ہے کہ ہر وقت کثرت سے دعائیں کرتے تھے اور اس میں صرف ایک دعا رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا تو نہیں تھی۔ نہ معلوم کتنی دعائیں اور استغفار کیے ہوئے ہوں گے جن کی طرف خود حدیث پاک میں اشارہ ہے کہ دعائیں اور استغفار کثرت سے کرتے رہتے تھے۔ اسی طرح سے دوسری آیت شریفہ میں حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے کچھ کلمات سیکھے اور معافی مانگی تو اللہ نے ان کا قصور معاف کر دیا۔ اس آیت شریفہ میں ان کلمات کا ذکر نہیں جو سیکھے تھے۔ جو مصیبت زدہ کسی آفت میں مبتلا ہو آپ خود ہی خیال فرمادیں کہ وہ کتنا گڑگڑا کر بار بار مختلف الفاظ سے دعائیں کرتا ہوگا۔ اس لیے جتنی بھی قرآن پاک میں یا حدیث میں دعائیں آئی ہیں ان میں یہ نہیں کہ اس کے علاوہ کوئی اور دعا نہیں کی۔ آپ نے دوسرا سوال یہ کیا کہ یہ حدیث کیسی ہے؟ حدیث پاک کے متعلق تو ہر حدیث کے ختم پر اس کی تفصیل لکھ دی جاتی ہے۔ چنانچہ اس حدیث کے ختم پر بھی جن جن اکابر نے اس حدیث کو روایت کیا ان سب کے نام بھی لکھے گئے ہیں اور یہ بھی لکھا ہے کہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی حدیث کے علاوہ اور بھی کئی حدیثوں میں وارد ہوا ہے اور اس کی تائید میں بعض علماء نے "لولاک لما خلقت الافلاک" کو لکھا ہے مگر اس تائید کے متعلق بعض علماء نے موضوع کہا لیکن جس نے موضوع کہا ہے اس نے بھی الفاظ کو کہا ہے البتہ معنی کو صحیح بتایا ہے۔ یہ عربی عبارت جو حدیث کے ختم پر لکھی ہے کوئی عالم جو آپ کے قریب ہو

ان سے سمجھ لیں جس کے متعلق موضوع کہا ہے وہ حدیث نہیں ہے اس لیے کہ ایسی حدیث کے نقل کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جس کو بڑے بڑے اکابر، علامہ طبرانی، علامہ حاکم، ابو نعیم (یہ سب مشہور محدث ہیں) نے اپنی اپنی کتابوں میں لکھا ہو۔" فقط

مکتوب نمبر ۳۸ ....

بخدمت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

خط ملا۔ آپ کے جواب سے میری تسلی نہیں ہوئی۔ فضائل ذکر کی حدیث اور قرآن پاک کی آیت میں کھلا ہوا تعارض موجود ہے۔ حدیث میں حضرت آدم علیہ السلام کی دعا کے یہ الفاظ بتلائے گئے ہیں۔ اسئلک بحق محمد الاغفرت لی محمد ﷺ کے وسیلے سے تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں، جبکہ قرآن کی آیت سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے حضور ﷺ کے وسیلہ کے بغیر اللہ تعالیٰ سے براہ راست دعا کی۔ جیسا کہ ان کی دعا کے الفاظ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْن (الاعراف ۲۳) سے ظاہر ہے، دعا مانگنے کا صحیح طریقہ بھی یہی ہے کہ بندہ دعا میں اپنی حاجتیں براہ راست بغیر کسی مخلوق کے واسطے اور وسیلے کے اللہ تعالیٰ کے حضور میں پیش کرے۔ تمام پیغمبروں کا یہی طریقہ رہا ہے اور یہی قرآن پاک میں آئی ہوئی پیغمبروں کی دعاؤں سے ثابت ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بندوں کی دعاؤں کے سننے یا قبول کرنے میں نہ کسی واسطے یا وسیلہ کا محتاج ہے اور نہ اس نے یہ طریقہ شروع فرمایا ہے۔ بلکہ اس نے براہ راست دعا مانگنے کا حکم دیا ہے اور قبول کرنے کا وعدہ کیا ہے جیسا کہ آیت وقال ربکم ادْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ الخ (المومن ۶۰)، اور آیت واذا سألک عبادی عنی فانی قریب اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اذا دعان الخ (البقرہ ۱۸۶) سے واضح ہے۔ پس قرآن مجید کی دعا سے جہاں حضرت آدم علیہ السلام کے اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل بھروسہ اور اس کی صفت ربوبیۃ اور صفت "تواب الرحیم" کی معرفت تامہ کا پتہ چلتا ہے۔ وہاں حدیث کی دعا سے۔ اللہ تعالیٰ کے متعلق سوء ظن اور اس کی مذکورہ بالا صفت کی معرفت تامہ کی نفی ظاہر ہوتی ہے۔ لہٰذا حدیث میں آئی ہوئی دعا کی نسبت حضرت آدم

علیہ السلام کی طرف کرنا صحیح نہیں۔

دوسری غلط بیانی جو اس حدیث میں پائی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالٰی کے اس سوال پر کہ محمد (ﷺ) کون ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ جب آپ نے مجھے پیدا کیا تھا تو میں نے عرش پر لکھا ہوا دیکھا تھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ تو میں سمجھ گیا تھا کہ محمد ﷺ سے اونچی ہستی کوئی نہیں ہے۔ جن کا نام تم نے اپنے نام کے ساتھ رکھا۔ اس جواب میں سب سے زیادہ قابل اعتراض بات حضرت آدم علیہ السلام کا پیدا ہوتے ہی عرش پر لکھے ہوئے کلمہ کا پڑھنا اور اس سے رسول اللہ ﷺ کے رتبے پر استدلال کرنا ظاہر ہوتا ہے۔ حالانکہ اس وقت تک نہ انہیں کسی قسم کا علم تھا اور نہ اسکے بعد یہاں تک کہ تمام آدمیوں، فرشتوں اور چھوٹی بڑی سب چیزوں کے نام انہیں اللہ تعالٰی نے بتلائے۔ ارشاد خداوندی ہے! وعلم آدم الاسماء کلہا الایۃ (البقرہ ۳۱ تا ۳۳) لہٰذا خدا کے اس سوال کے جواب میں کہ محمد (ﷺ) کون ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی علمی بے مائیگی اور علم الٰہی کی ہمہ گیری کا اظہار کرتے ہوئے اعتراف کرنا چاہیے تھا کہ محمد ﷺ اور ان کا رتبہ انہیں اللہ تعالٰی کے بتانے سے معلوم ہوا۔ کیونکہ یہ جواب حدیث میں مذکور نہیں۔ لہٰذا اسے کیونکر قابل قبول تسلیم کیا جا سکتا ہے آپ کا یہ لکھنا کہ خود حدیث پاک میں اشارہ ہے کہ دعائیں اور استغفار کثرت سے کرتے رہتے تھے۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کیوں کہ متن حدیث میں مجھے ایسے الفاظ نظر نہیں آئے، جن سے یہ بات معلوم ہوتی ہو۔ برائے مہربانی ان الفاظ کی نشاندہی کیجئے جن میں یہ اشارہ موجود ہو۔

آپ کے اس اعتراض کے جواب میں حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے کچھ کلمات سیکھے (اور معافی مانگی) تو اللہ نے ان کا قصور معاف کر دیا۔ اس آیت شریفہ میں ان کلمات کا تو ذکر نہیں جو سیکھے تھے۔ عرض یہ ہے کہ یہ کلمات چونکہ سورہ اعراف میں جو مکی سورت ہے بیان کیے گئے ہیں اس لیے ان کا اعادہ سورۂ بقرہ میں جو مدنی سورہ ہے ضروری نہیں تھا۔ یہ قرآن مجید کا معجزانہ ایجاز ہے۔ القرآن یفسر بعضہ بعضاً چنانچہ اکثر مفسرین کے نزدیک اس آیت میں کلمات سے ربنا ظلمنا انفسنا الخ ہی مراد ہے۔ شاہ عبدالقادر صاحبؒ کہتے ہیں۔ یعنی آدم علیہ السلام کے دل

میں اللہ تعالٰی نے کئی لفظ ڈال دیے جو اس طرح پکارا تو بخش گیا۔ وہ لفظ سورہ اعراف میں ہے (موضح القرآن)

سید عبدالدائم صاحب جلالی فرماتے ہیں۔ یعنی جب حضرت آدم علیہ السلام جنت سے نکالے گئے تو فوراً ان کو اس غلطی اور قصور کا احساس ہوا۔ بہت پشیمان ہوئے اور مدت تک پریشان حال زمین پر اپنے گناہوں پر روتے اور سرگرداں پھرتے رہے۔ بالآخر خدائے تعالٰی کا دریائے رحمت جوش زن ہوا اور حضرت آدم علیہ السلام کی ندامت اور بے قراری پر رحم آیا اور حضرت آدم علیہ السلام کے دل میں یہ دعا القاء فرمائی۔ ربنا ظلمنا انفسنا الخ (تفسیر بیان السبحان)

تفسیر درس قرآن دیوبند میں لکھا ہے کہ اللہ تعالٰی نے بڑی رحمت و شفقت سے حضرت آدم علیہ السلام کو توبہ کے کلمات سکھا دیئے۔ یہاں توبہ کے ان کلمات ہی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالٰی نے حضرت آدم علیہ السلام کو سکھائے تھے۔ قرآن مجید میں ایک دوسرے مقام پر انہیں یوں بیان فرمایا ہے۔

قالا ربنا ظلمنا انفسنا و ان لم تغفر لنا و ترحمنا لنکونن من الخسرین

"تفسیر جلالین" والوں نے بھی یہی کلمات مراد لیے ہیں۔ امام ابن جریر طبریؒ اور حافظ ابن کثیر نے اگرچہ اس سلسلہ میں بعض مختلف دعائیں نقل کی ہیں۔ تاہم ان میں سے کسی دعا میں بھی رسول اللہ ﷺ کا وسیلہ نہیں پایا جاتا۔ پھر ان دونوں مفسرین نے ترجیح انہی کلمات کو دی ہے۔ بلکہ امام ابن جریرؒ نے یہاں تک لکھا ہے کہ جس پر کلام اللہ دلالت کرتا ہے وہ یہی کلمات ربنا ظلمنا انفسنا الخ ہیں۔

لہٰذا اگر سورۂ بقرہ کی آیت میں کلمات دعا مذکور نہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ چند غیر ثابت شدہ کلمات حضرت آدم علیہ السلام کی طرف منسوب کر دیے جائیں۔"

آپ نے لکھا ہے جو مصیبت زدہ کسی آفت میں مبتلا ہو۔ آپ خود ہی خیال فرمادیں کہ وہ کتنا گڑگڑا کر بار بار مختلف الفاظ سے دعائیں کرتا ہوگا۔ اس لیے جتنی بھی قرآن پاک میں یا حدیث میں آئی ہیں۔ ان میں یہ نہیں کہا کہ اس کے علاوہ کوئی اور دعا نہیں کی۔

جواباً عرض ہے کہ یک مصیبت زدہ کا گڑگڑا کر دعا مانگنا تو سمجھ میں آتا ہے۔ تاہم اس کے لیے بار بار یا مختلف الفاظ میں دعا کرنا ضروری نہیں ہے۔ ہوسکتا ہے کہ وہ ایک ہی مرتبہ یا بار بار چند مخصوص الفاظ میں دعا کرے اور اس کی دعا قبول ہو جائے لہٰذا اس مفروضہ کو قاعدۂ کلیہ کے طور پر تسلیم نہیں کیا جا سکتا طائف کے سفر میں رسول اللہ ﷺ کو انتہائی مصیبت کا سامنا کرنا پڑا تھا' چنانچہ سفر سے واپسی کے وقت آپؐ نے دعا فرمائی۔"

اللّٰھم الیک اشکو ضعف قوتی وقلۃ حیلتی وھوانی علی الناس یا ارحم الراحمین انت رب المستضعفین ' وانت ربی الی من تکلنی؟ الی بعید یتجھمنی ام الیٰ عدوٍ ملکتہ امری؟

اے اللہ! تجھی سے شکایت کرتا ہوں میں اپنی کمزوری و بیکسی کی اور لوگوں میں ذلت و رسوائی کی۔
اے ارحم الراحمین' تو ہی ضعفاء کا رب ہے اور تو ہی میرا پروردگار ہے۔ تو مجھے کس کے حوالہ کرتا ہے؟ کسی اجنبی بیگانہ کے جو مجھے دیکھ کر ترش رو ہوتا ہے۔ اور منہ چڑاتا ہے۔ یا کسی دشمن کے جس کو تو نے مجھ پر قابو دے دیا۔

ان لم یکن بک علیّ غضب فلا ابالی ولکن عافیتک ھی اوسع لی' اعوذ بنور وجھک الذی اشرقت لہ الظلمات وصلح علیہ امر الدنیا والاخرۃ من ان تنزل بی غضبک او یحل علی سُخطک"

اگر تو مجھ سے ناراض نہیں ہے تو مجھے کسی کی بھی پرواہ نہیں ہے' تیری حفاظت مجھے کافی ہے۔ میں تیرے چہرہ کے اس نور کے طفیل جس سے تمام اندھیریاں روشن ہو گئیں اور جس سے دنیا اور آخرت کے سارے کام درست ہو جاتے ہیں۔ اس بات سے پناہ مانگتا ہوں کہ مجھ پر تیرا غصہ ہو یا تو مجھ سے ناراض ہو۔"

لک العتبی حتی ترضی ولا حول ولا قوۃ الا بک (حکایت صحابہ باب اول ۱۰ بحوالہ سیرت ابن ہشام)

تیری ناراضگی کا اس وقت تک دور کرنا ضروری ہے۔ جب تک تو راضی نہ ہو جائے۔ نہ تیرے سوا کوئی طاقت ہے نہ قوت۔

یہ دعا آپؐ نے ایک ہی مرتبہ کی تھی اور قبول ہو گئی تھی۔ کہیں ثابت نہیں کہ یہ دعا حضورؐ نے بار بار کی ہو۔ اگر ثابت ہو تو براہ مہربانی بتائیے۔

اس طرح حضرت یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں انتہائی تکلیف کی حالت میں ان الفاظ میں دعا کی لا الٰہ الا انت سبحنک انی کنت من الظالمین (انبیاء، ۸۷) جو قبول ہو گئی۔ ان الفاظ کے سوا دیگر مختلف الفاظ سے دعا کرنا حضرت یونسؑ سے ثابت نہیں۔ اگر ثابت ہو تو براہ مہربانی تحریر فرمایئے۔

پس جب آپ کا مفروضہ ہی غلط ٹھہرا تو اس سے استدلال کب درست ہو سکتا ہے؟ مزید برآں اس مفروضہ کی بنیاد محض ظن و گمان پر ہے اور ظن گمان کی بنا پر کسی بات کا دعویٰ نہیں کیا جا سکتا۔ " ان الظن لا یغنی من الحق شیئاً "

نیز ان دونوں پیغمبروں نے اپنی دعاؤں میں کسی مخلوق کی ذات کا وسیلہ نہیں اختیار کیا۔ بلکہ آنحضرت ﷺ نے وسیلہ اختیار کیا بھی ہے تو اللہ تعالیٰ کے چہرہ کے نور کا وسیلہ اختیار کیا ہے۔ جیسا کہ آپؐ کی دعا کے الفاظ "اعوذ بنور وجھک" سے ظاہر ہے۔

پس ان دعاؤں سے بھی اسی بات کی تائید ہوتی ہے کہ اپنی دعا میں کسی مخلوق کا وسیلہ اختیار کرنا نہ پیغمبروں کا طریقہ رہا ہے اور نہ یہ مشروع ہے۔

رہا حدیث کے متعلق آپ کا یہ تحریر فرمانا کہ "ایسی حدیث کے نقل کرنے میں کوئی حرج نہیں' جس کو بڑے بڑے اکابر نے علامہ طبرانی' علامہ حاکم' ابونعیم (یہ سب محدث ہیں) نے اپنی اپنی کتاب میں اس حدیث کو لکھا ہے۔

اس کے متعلق عرض ہے کہ اگر ان اکابر کی روایت کردہ حدیث صحیح ہو تو بیشک بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں' لیکن جب تحقیق سے یہ بات واضح ہو جائے کہ ان کی روایت کردہ حدیث صحیح نہیں بلکہ موضوع اور جھوٹی ہے تو اسے بیان کرنا کسی طرح جائز نہیں ہو سکتا خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ ان اکابر کی کتابوں میں صحیح حدیثیں بھی ہیں' ضعیف بھی اور جھوٹی اور موضوع بھی۔

ان اکابر کی روایات کے مطابق اس حدیث کو رسول اللہ ﷺ سے روایت کرنے والے حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ حالانکہ پوری صحت کے ساتھ معلوم ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس طرح رسول اللہ ﷺ کی ذات کے وسیلہ سے دعا مانگنے کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔ چنانچہ صحیح بخاری کتاب الاستسقاء میں حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے۔

ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کان اذا قحطوا استسقی بالعباس ابن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ فقال اللھم انا کنا نتوسل الیک بنبینا صلی اللہ علیہ وسلم فتسقینا وانا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا قال فیسقون"

حضرت عمر قحط کے موقعہ پر حضرت عباس سے دعاء استسقاء کراتے تھے اور فرماتے تھے کہ اے اللہ پہلے ہم اپنے نبی ﷺ کے وسیلہ سے دعا استسقاء کرتے تھے اور تو ہمیں سیراب کرتا تھا اب ہم اپنے نبیؐ کے چچا کے وسیلہ سے دعاء استسقاء کرتے ہیں پس ہمیں سیراب کردے بیان کیا کہ اس پر خوب بارش ہوئی۔

لہذا اگر حضرت عمرؓ کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کی ذات کے وسیلہ سے دعا مانگنا جائز ہوتا تو آپ حضرت عباسؓ سے ہرگز دعا نہ کرواتے۔ اسی طرح اگر حضور ﷺ کی ذات کے وسیلہ سے دعا کرانا صحابہ کرامؓ میں رائج ہوتا تو وہ حضرت عمرؓ سے ضرور کہتے کیا رسول اللہ ﷺ کا وسیلہ چھوڑ کر ہم حضرت عباسؓ کا وسیلہ اختیار کریں گے۔

پس "فضائل ذکر" والی حدیث کی نسبت یہ کہنا بھی درست نہیں کہ اسے حضرت عمرؓ نے روایت کیا ہے۔

امید ہے کہ آپ زیر بحث حدیث کی اسناد اور اس کے متن پر ناقدانہ نظر ڈالتے ہوئے تسلی بخش جواب دیں گے۔"

فقط والسلام

جواب

عنایت فرمائم سلمہ۔ بعد سلام مسنون! کئی دن ہوئے عنایت نامہ پہنچا تھا۔ یہ ناکارہ پہلے بھی لکھ چکا ہے کہ یہ ناکارہ امراض کثیرہ میں مبتلا ہے۔ جس کی وجہ سے طویل خط وکتابت سے مستقل طور سے معذوری ہے اور اب تو ماہ مبارک کا قرب ہے جس کی وجہ سے مشاغل اور مہمانوں کا ہجوم ہے

اور سابقہ ڈاک کو نمٹانا بھی ہے جو بہت جمع ہو رہی ہے اور اس کا رمضان سے پہلے پورا کرنا بھی ضروری ہے۔ اس لیے کہ اس ناکارہ کو ماہ رمضان المبارک میں ڈاک کا لکھنا تو درکنار سننے کی بھی نوبت نہیں آتی۔ اس کے علاوہ آپ کو غلو تک میری پرواز بھی نہیں۔ اس لیے کہ آپ کو تو قرآن و حدیث کے درمیان میں کھلا ہوا تعارض نظر آتا ہے اور مجھے اس کا واہمہ بھی نہیں ہوتا۔ آپ نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی دعائیں سننے کے درمیان میں نہ کسی وسیلہ کا محتاج ہے اور نہ کسی واسطہ کا' براہ راست سنتا ہے۔ آپ نے یہ بھی لکھا کہ حدیث کی دعا سے اللہ تعالیٰ کے متعلق سوئے ظن پیدا ہوتا ہے۔ اور اس کی مذکورہ بالا صفات کی معرفت نامہ کی نفی ظاہر ہوتی ہے لیکن آپ نے اس خط میں بخاری شریف کی روایت سے حضرت عمرؓ کا حضرت عباسؓ کے وسیلہ سے دعا مانگنے کی روایت اپنے استدلال میں پیش کی۔ کیا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وسیلہ سے دعا کرنے میں یہ شبہ نہیں ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ سوئے ظن پیدا ہوتا ہے؟ آپ نے لکھا کہ حدیث موضوع لکھنے کی کیا ضرورت تھی؟ مجھے اب تک بھی آپ کے ارشادات کے باوجود اس حدیث کا موضوع ہونا کہیں نہیں ملا۔ اگر آپ کے نزدیک یہ حدیث موضوع ہے تو آپ کے لیے ہرگز جائز نہیں کہ اس کو نقل کریں۔ معلوم نہیں کہ آپ نے اس حدیث کو موضوع ہونا کہاں سے تحریر فرمایا آئندہ اس ناکارہ کو کوئی خط لکھیں تو اس مسئلہ میں تو لکھنے کی ضرورت نہیں کہ میں اپنی ناقص معلومات دو خطوں میں لکھ چکا ہوں۔ مگر کوئی اور بات لکھنی ہو تو رمضان کے بعد لکھیں۔

فقط والسلام محمد زکریا ۳ شعبان ۹۲ھ

مکتوب نمبر ۳۹ ....

بخدمت جناب مولانا محمد زکریا صاحب۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

بندہ ایک جماعتی آدمی ہے اور بفضل خدا وقتاً فوقتاً جماعت میں نکلتا رہتا ہے۔ آپ کی تالیف شدہ فضائل کی کتابیں خاصی مفید ہیں اور جماعتی اجتماعات میں پڑھی جاتی ہیں۔ فضائل ذکر میں ایک روایت لعنت "کلمہ سے عرش کا ستون حرکت

میں آتا ہے" درج ہے' جس کے الفاظ یہاں درج کرتا ہوں' اللہ معاف فرمائے۔

(۲) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ تبارک وتعالی عمودا من نور بین یدی العرش فاذا قال العبد لا الہ الا اللہ اهتز ذالک العمود فیقول اللہ تبارک وتعالی اسکن فیقول کیف اسکن ولم تغفر لقائلها فیقول انی قد غفرت لہ فیسکن عند ذلک رواہ البزار وھو غریب' کذا فی الترغیب و فی مجمع الزوائد فیہ عبداللہ ابن ابراھیم بن ابی عمرو و ھو ضعیف جداً۔ (فضائل ذکر ۷۷)

(ترجمہ) حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ عرش کے سامنے نور کا ایک ستون ہے۔ جب کوئی شخص لا الہ الا اللہ کہتا ہے تو وہ ستون ہلنے لگتا ہے' اللہ کا ارشاد ہوتا ہے کہ ٹھہر جا' وہ عرض کرتا ہے کیسے ٹھہروں' حالانکہ کلمہ طیبہ پڑھنے والے کی ابھی تک مغفرت نہیں ہوئی' ارشاد ہوتا ہے کہ اچھا میں نے اس کی مغفرت کر دی' تو وہ ستون ٹھہر جاتا ہے۔

(فائدہ) محدثین کو اس روایت میں کلام ہے۔ لیکن علامہ سیوطی نے لکھا ہے کہ روایت کئی طریقوں سے مختلف الفاظ سے نقل کی گئی ہے۔ ۔ھ

جب کہ بقول آپ کے محدثین نے اس روایت میں کلام کیا تھا تو آپ کو اس روایت کے نقل کرنے سے پہلے تحقیق کرنی چاہیے تھی' اس روایت میں ایک غلط بات منسوب کی گئی ہے جو کہ ایک معمولی عقل رکھنے والا انسان بھی نہیں کہہ سکتا ہے اور جب کہ ڈنڈے کفر سے جا ملتے ہیں۔ خدا تعالی ایک ستون سے ٹھہر جانے کو کہے اور وہ رکنے سے اظہار معذوری کر دے۔ خدا تو وہ ہے جو زمین و آسمان کو ٹھہر جانے کو کہے تو وہ بھی ٹھہر جائیں۔ افسوس آپ نے نہ سوچا' ملاحظہ ہو قرآن مجید سورہ یسین انما امرہ اذا اراد شیئا ان یقول لہ کن فیکون' فسبحن الذی بیدہ ملکوت کل شیء و الیہ ترجعون ہ

میں سمجھتا ہوں کہ بعض دفعہ ایک اچھے خاصے آدمی سے ایسا فعل سرزد ہو جاتا ہے جس سے اس کی بہت سی نیکیاں ضائع ہو جاتی ہیں۔ یہ بھی فتنہ اور امتحان کا ایک پہلو ہے۔ سو انسان کو بہت سوچ سمجھ کر چلنا چاہیے اور جہاں بھی پتے کی غلطی کا

احساس ہو اس کو فوراً اصلاح کر لینی چاہیے۔ اللہ تعالی مجھے اور آپ کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین'

میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ کتب فضائل کے ناشرین کو تحریری طور پر مطلع کر دیں کہ آئندہ شائع ہونے والے تمام ایڈیشنوں میں سے یہ روایت خارج کر دی جائے اور گذشتہ مسلسل نشر و اشاعت پر آپ رب کریم سے توبہ و استغفار کریں۔ علاوہ ازیں بہتر ہو گا کہ آپ جماعتی خیال کے علماء اور ماہرین ربان کی ایک کمیٹی قائم کریں جو کتب فضائل کی خامیوں کی اصلاح کرے۔ کیونکہ ایک آدمی کا کام بہرحال ایک آدمی کا کام ہے جو غلطیوں سے پاک نہیں ہو سکتا۔ خصوصاً ایک وسیع پیمانہ پر اشاعتی کام کے لیے کتب کا معیار بلند ہونا ایک اہم ضرورت ہے۔ والسلام۔

جواب

عنایت فرمائم سلمہ' بعد سلام مسنون۔

آپ کا ائرلیٹر مورخہ تیرہ (۱۳) اپریل پہنچ کر ...

موجب منت ہوا۔ آپ کے دینی و علمی ذوق سے مسرت ہوئی اللہ تعالی اور اضافہ فرمائے۔

آپ نے "فضائل ذکر" کی ایک حدیث پر اعتراض کیا اور آئندہ اشاعت میں اس کے نکالنے کا مشورہ بھی دیا اس کا بھی مشکور ہوں کہ خیر خواہانہ مشورہ محبت کا ثمرہ ہوتا ہے لیکن ابھی تک آپ کے اشکال کا منشا سمجھ میں نہیں آیا' آپ نے لکھا کہ جب محدثین کو اس حدیث میں کلام تھا تو آپ کو روایت کرنے سے پہلے تحقیق کرنی چاہیے تھی۔ اس ناکارہ کا یہ کہنا کہ "اس حدیث پر محدثین نے کلام کیا ہے" یہ تحقیق کے بعد ہی تو لکھا ہے۔ بغیر تحقیق کے یہ کیسے معلوم ہوتا کہ محدثین نے اس پر کلام کیا ہے؟ لیکن جب آپ نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ ذکر کی ابتدائی لہ شواہد تو اس سے وہ ضعف جاتا رہا۔ کسی روایت میں ضعف کا ہونا جب کہ دوسری روایت سے اس کی تائید ہو جاتی ہو اس کے ضعف کو ہٹا دیتا ہے۔

آپ نے لکھا کہ اس حدیث میں ایک غلط بات منسوب کی گئی ہے جو ایک معمولی عقل رکھنے والا انسان بھی نہیں کہہ سکتا اور جب کہ ڈنڈے کفر سے جا ملتے

ہیں۔ الخ اس میں نہ تو کوئی ایسی چیز سمجھ میں آئی جو معمولی انسان کی عقل میں نہ آسکے اور اس کے ڈانڈے کفر سے جا ملتے ہوں۔ یہ عمود کا انکار کرنا یہ نافرمانی کا انکار نہیں بلکہ اور اول کا ہے جو اللہ ہی کے حکم سے ہے۔ ورنہ آپ خود ہی خیال کریں کہ عمود بیچارے کی کیا حقیقت ہے کہ وہ اللہ کی نافرمانی کرے۔ اس کلمہ کی فضیلت اور اہمیت بیان کرنے کے واسطے اس حالت کا ذکر کیا۔ اس مضمون کی ایک دو روایت نہیں بلکہ مختلف روایات حدیث میں وارد ہیں۔ کن کن حدیثوں کو کتب حدیث سے نکالا جائے گا' مشکوٰۃ شریف صفحہ ایک سو چھہتر (۱۷۶) میں مسلم شریف (کے حوالے) سے یہ حدیث نقل کی گئی ہے کہ قرآن پاک کو قیامت کے دن لایا جائے گا جس میں سب سے آگے سورہ بقر اور سورہ آل عمران ہوگی۔ یہ دونوں کی دونوں اللہ جل شانہ سے جھگڑا کریں گی کہ ہمارے پڑھنے والوں کو معافی عطا فرمائیں۔ مسلم شریف کی روایت کو تو ضعیف نہیں کہا جا سکتا؟ (سورۂ) تبارک الذی کے بارے میں مشکوٰۃ شریف صفحہ ایک سو اناسی (۱۷۹) میں متعدد کتب حدیث سے یہ مضمون نقل کیا گیا ہے کہ وہ اپنے پڑھنے والوں کی سفارش کرے گی۔ یہاں تک کہ (اس پڑھنے والوں) کی مغفرت ہو جائے۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ایک سو اکیاسی (۱۸۱) میں سورۂ آلم سجدہ کے بارے میں حضور ﷺ کا ارشاد نقل کیا ہے کہ وہ قبر میں عذاب کے فرشتوں سے جھگڑے گی اور اپنے پر مردوں پر پھیلا دے گی اور کہے گی کہ یا اللہ یہ شخص مجھے کثرت سے پڑھتا تھا۔ اگر میں تیری کتاب میں ہوں تو میری سفارش قبول کر ورنہ مجھے اپنی کتاب سے مٹا دے اور یہی مضمون سورۂ تبارک الذی کے بارے میں بھی وارد ہوا ہے۔ اس قسم کی کتب احادیث میں بہت سی روایات ملیں گی' فضائل ذکر میں سے ایک دو روایات نکال بھی دیجئیں تو مشکوٰۃ شریف' مسلم شریف' ابو داؤد شریف' ترمذی شریف' سب ہی میں اس نوع کی روایات کثرت سے ہیں۔ آپ کہاں کہاں سے نکلوائیں گے۔ یہ کتابیں تو ساری دنیا میں ہندو پاک اور سارے ممالک اسلامیہ میں پڑھائی جاتی ہیں۔ مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ آپ نے کیا کیا حدیث کی کتابیں پڑھی ہیں۔ اگر آپ خود حدیث پڑھے ہوئے نہیں ہیں تو کسی عالم حدیث سے اس کا ترجمہ کرائیں۔ میرے خیال میں تو یہ (آنے والی حدیث) نور کے عمود کی حرکت سے بھی زیادہ اونچی ہے۔

عن ابی هريره رضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "خلق فلما فرغ منه قامت الرحم فاخذت بحقوى الرحمن فقال مه قالت هذا مقام العائذ بك من القطيعة قال الا ترضين ان اصل من وصل واقطع من قطعك' قال بلى يا رب قال فذاك". (متفق عليه)

یہ روایت بخاری شریف و مسلم شریف دونوں ہی کی ہے جو صحیح الکتب کہلاتی ہیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ آپ کو نافرمانی کا شبہ ہوا۔ نافرمانی دوسری چیز ہے اور بچوں کی اپنے ماں باپ سے ضد دوسری چیز ہے۔ آپ نے قرآن پاک کی آیت "اذا اراد شيئا ان يقول له كن فيكون"۔ تحریر فرمائی' سر آنکھوں پر بالکل صحیح مگر یہ جب ہی ہے جب وہ ارادہ فرمائیں اور جہاں یہ لاڈ پیار چھ لگتا ہو وہاں ارادہ کا محل نہیں ہوسکتا ورنہ آپ ہی سوچیے کہ اللہ جل شانہ نے شیطان مردود کے صریح انکار پر... اس کے ساتھ کیا معاملہ کیا۔

آپ نے جو نصیحت فرمائی کہ "بعض دفعہ آدمی سے کوئی ایسا فعل سرزد ہو جاتا ہے جس سے اس کی ساری نیکیاں ہی ضائع ہو جاتی ہیں" بالکل صحیح فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس قسم کے قول و فعل سے محفوظ فرمائے۔ آپ نے مشورہ دیا کہ فضائل ذکر کے سارے ناشرین کو میں لکھ دوں کہ آئندہ فضائل ذکر میں یہ حدیث نہ لکھی جائے۔ لیکن میں حدیث پاک کی ساری کتابوں کو ساری دنیا میں چھاپنے والوں کو کیسے منع کروں کہ جو حدیث آپ کی سمجھ میں نہ آوے وہ کتب حدیث سے نکال دی جائے۔ اگرچہ وہ صحیح کیوں نہ ہوں۔

آپ نے مشورہ دیا کہ میں علماء کی ایک جماعت مقرر کروں جو میری ساری کتابوں پر بہ نظر اصلاح نظر کرے۔ اس کا اہتمام تو ضرور ہے کہ میری ہر کتاب جو اردو یا عربی میں شائع ہوئی ہے وہ ایک یا دو عالم کو ضرور دکھلائی گئی۔ اور جو اصلاحات انہوں نے کیں ان کو قبول کر لیا۔

آخر میں آپ کے مفید مشوروں کا مکرر شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کی خیر خواہی کا بہترین بدلہ دونوں جہاں میں عطا فرمائے۔

فقط محمد زکریا ۱۱ اپریل ۱۹۷۲ء

مکتوب نمبر ۴۰ ......

"فضائل ذکر" کے صفحہ ایک سو پچھتر (۱۷۵) پر لکھا ہے کہ حضرت امام اعظم (ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) نے ایک وضو کرتے ہوئے شخص کو دیکھا جس کے وضو کے پانی سے زنا کیا ہوا گناہ دھل رہا تھا۔

زنا گناہ کبیرہ ہے اور وضو میں صرف صغائر ہی معاف ہوتے ہیں۔ جیسا کہ میں نے سنا ہے رفع اشکال کے لیے تشریح فرمادیں۔" فقط

جواب

یہ بات ٹھیک ہے کہ وضو سے صغائر ہی معاف ہوتے ہیں مگر پھر بھی کوئی اشکال نہیں ہے۔ اس لیے کہ بسا اوقات گنہگار آدمی وضو کرتا ہے اور اپنے دل میں اپنے گناہوں پر نادم ہوتا ہے کہ میں روسیاہ بارگاہ خداوندی میں گناہ میں ملوث حاضر ہو رہا ہوں اور پشیمان ہوکر استغفار کرتا ہے۔ اس وقت وضو کے پانی کے ساتھ سارا گناہ نکل جاتا ہے۔ صغیرہ ہو یا کبیرہ۔ اس لیے کہ توبہ متحقق ہوگئی۔ کیونکہ توبہ کی حقیقت ہے کہ اپنے کیے ہوئے پر نادم ہو اور آئندہ کے لیے عہد کرے کہ اب [illegible] تو بہت ممکن ہے کہ حضرت امام رحمۃ اللہ علیہ نے ایسے شخص کے وضو کے پانی کو دیکھا ہو جس کو کیفیت مذکور پیش آئی ہو۔

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اثر شے کے نکلنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ شے بھی نکل جائے جیسے کہ کسی کپڑے پر بہت سا پاخانہ لگ جائے اور اس پر قدرے پانی ڈال دیا جائے تو پاخانہ کے اثرات اس سے نکل جائیں گے۔ مگر یہ ضرور نہیں کہ سارا پاخانہ زائل ہوگیا ہو۔" واللہ اعلم محمد زکریا

مکتوب نمبر ۴۱ ....

حضرت مولانا دامت برکاتہم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

وعظ کہنے کا رواج عام ہوگیا۔ بیچارے اردو سے بھی پوری طرح واقف نہیں ہوتے اور وعظ کہنا شروع کر دیتے ہیں اور وعظ میں رطب و یابس بیان کرتے رہتے ہیں۔ احقر ایسے وعظ میں بیٹھتا نہیں۔"

آج جیسے ہی نماز صبح کا سلام امام صاحب نے پھیرا۔ ایک صاحب نے

کھڑے ہوکر وعظ کہنا شروع کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ نے چند کلمے بتائے ہیں جو نہایت بھلے ہیں مگر آپ (ﷺ) نے فرمایا کہ جو ان کو پڑھے اس کو ایک لاکھ چوبیس ہزار نیکیوں کا ثواب ملے گا اور پھر کلمہ بھی پڑھنا شروع کر دیا "لا الہ الا اللہ" لا حد الصمد الذی لم یلد الخ۔ احقر سے اس وقت برداشت نہ ہوسکا۔ اس کو ڈانٹ کر کہا کہ غلط سلط باتیں حضور اقدس ﷺ کی طرف منسوب کرنی شروع کر دیتے ہو۔ اس نے کچھ جواب دینا چاہا تو احقر نے خاموش کر دیا۔ جب دعا ہو چکی تو وہ احقر سے بحث کرنے آگیا اور یہ کہا کہ مولانا زکریا صاحب نے لکھا ہے۔ میں نے کہا دکھاؤ کہاں لکھا ہے۔ اس وقت کتاب اس کے پاس نہ تھی' وہ خفیف ہوگیا' وہ بیچارہ معمولی پڑھا لکھا اور اجنبی تھا اس لیے اس وقت مجمع میرے ساتھ ہوگیا اور اس کو شرمندہ کر دیا۔

اب تراویح کے بعد حقر نے وعظ بھی کہہ ڈالا کہ رسول اللہ ﷺ کی طرف کوئی بات منسوب کرکے بیان کرنے میں بہت احتیاط کرنی چاہیے۔ قرآن پاک میں متعدد جگہ ہے۔ ومن اظلم ممن افتری علی اللہ الکذب اور کذب علی الرسول کذب علی اللہ ہوجاتا ہے۔ کیونکہ ارشاد ربانی ہے۔ وما ینطق عن الھوی اور مولانا روم فرماتے ہیں گفتہ او گفتہ اللہ بود۔

اتفاق سے وہ صاحب اس وقت بھی موجود تھے۔ وعظ کے بعد انہوں نے فضائل ذکر کا صفحہ ایک سو نو (۱۰۹) میرے سامنے رکھ دیا' مجھے اس سے معافی مانگنی پڑی کہ تم نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی۔ فیصلہ جناب کے حوالہ ہے۔" فقط

جواب

مکرم محترم مدفیوضکم' بعد سلام مسنون۔ اسی وقت گرامی نامہ پہنچا' اس ناکارہ کو ماہ مبارک میں ڈاک کا وقت نہیں ملتا اور اس وقت اعتکاف کی حالت میں کتابوں کی مراجعت بھی مشکل ہے۔

جناب نے بہت اچھا کیا کہ تنبیہ فرمادی کہ علامہ ابن جوزی کے مسلک کے حضرات کی بھی ضرورت ہے' تاکہ اعتدال قائم رہے لیکن اس پر تعجب ہوا کہ اس واعظ کو تو آپ نے محض اتنی بات پر معاف فرما دیا کہ اس نے اس ناکارہ کی کتاب کا حوالہ

آپ کو دکھلا دیا۔ لیکن اس ناکارہ کو آپ نے اس پر معاف نہ فرمایا کہ میں نے تو بہت وسیع شخص کا حوالہ (ترغیب کا) لکھ دیا تھا۔

ترغیب معتمد کتابوں میں ہے۔ فضائل میں اکابر کے یہاں اس پر اعتماد کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اسلاف کا فضائل کے بارے میں ضعیف روایتوں پر عمل متعارف ہے۔ فائد کے متعلق باوجود اسکے متروک ہونے کے ابن عدی کی رائے یہ ہے کہ ومع ضعفہ یکتب الحدیث ابن عدی خود بھی متشددین میں ہیں۔

اس کے علاوہ خود اس روایت کے شواہد متعدد اس جگہ پر موجود ہیں اور جو ثواب اس حدیث میں لکھا ہے وہ بھی کچھ اتنا نہیں جب کہ سبحان اللہ و الحمد للہ تملئان مابین السماء والارض وارد ہے تو یہ مقدار تو اس سے بہت درجہ کم ہے۔

اگر غلطی ہوئی ہے تو اللہ تعالیٰ معاف فرمائے مگر اب تک ذہن میں یہ ہے کہ ان الفاظ کے فضائل اتنی کثرت سے ہیں کہ شواہد سے تائید بہت زیادہ ہوتی رہتی ہے۔" فقط

محمد زکریا ۲۱ رمضان ۱۳۸۴ھ

مکتوب نمبر ۴۲

بخدمت بابرکت بزرگ محترم حضرت شیخ مدظلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ!

گذارش ہے کہ فضائل ذکر فصل سوم صفحہ چھہتر (۷۶) پر حدیث شریف نمبر یک تا صفحہ اٹھاسی (۸۸) حدیث شریف نمبر تیرہ میں ان تیرہ حدیث کا ترجمہ اللہ رب العزت کے فضل سے بندہ کو بار بار پڑھنے کی توفیق ہوئی۔ مگر ان تمام احادیث میں کلمہ شریف کا صرف اتنا حصہ کتاب میں لکھا ہے: لا الٰہ الا اللہ۔

اب گذارش یہ ہے کہ یہ بے شمار فضائل و برکات اور علوم و ذکر صرف لا الٰہ الا اللہ پر ہیں یا پورے کلمہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ہے۔"

فقط عنایت فرمائیں سلمہٗ۔ بعد سلام مسنون۔

جواب عنایت نامہ ملا۔ اس سے مراد صرف یہی کلمہ ہے جو لکھا ہے لیکن دس بارہ دفعہ کے بعد پورا کلمہ پڑھنا چاہیے۔ کیونکہ بعض علماء کے نزدیک پورا کلمہ مراد ہے۔ البتہ درود شریف کا مستقل اہتمام کرنا چاہیے کہ اس

کے فضائل بھی بہت ہیں۔ محمد زکریا عفی عنہ ۲۹ صفر ۱۳۸۵ھ

مکتوب نمبر ۴۳ .... ✉

فضائل ذکر فصل ثانی کی حدیث نمبر ۱۲ میں تشریح کے دوران (لکھا ہے کہ یہ ایک پتھر ہوتا ہے جو نہایت ہی روشن چمکدار رہتا ہے۔ اس کے پتے بنتے ہیں جو بازار میں چمکدار کاغذ کی طرح سے بکتے ہیں) ہماری معلومات میں ایک پتھر کا نام ہے اور پنی یعنی چمکدار کاغذ سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ آنجناب نے اس کا ذکر اس طرح فرمایا کہ پنی اس کی بنتی ہے۔ یہ شبہ رفع فرمایا جائے۔

جواب میرے خیال میں یہ جملہ کہ "بہرحال یہ ایک پتھر ہوتا ہے جو نہایت ہی روشن چمک دار ہوتا ہے" اس کو تو باقی رکھا جائے۔

اس کے بعد کا جو جملہ ہے کہ "اس کے پتے بنتے ہیں الخ اس جملہ کو قلمزد کر دیں۔"

فقط محمد زکریا ۶ شوال ۱۳۹۴ھ

مکتوب نمبر ۴۴ .... ✉

ملمہات کا لفظ کتاب میں کئی جگہ استعمال ہوا ہے (مثلاً فضائل ذکر، فصل ثانی، احادیث ذکر میں) حدیث نمبر ۷ جسے آپ نے ابن حجر کی طرف منسوب فرمایا ہے۔

برائے کرم تحریر فرمائیں کہ کتاب ملمہات حافظ ابن حجر کی ہے یا قاضی احمد بن محمد الحجری کی تصنیف ہے؟ فقط

جواب ملمہات ابن حجر ابتداء اس وقت دیکھی تھی۔ جب میری عمر بیس ۲۰ بائیس ۲۲ برس کی تھی۔ غالباً مطبع مجتبائی دہلی کی چھپی ہوئی تھی اور اس پر مصنف ابن حجر عسقلانی یاد پڑتا ہے لکھا ہوا تھا، وہی ذہن میں ہے۔ اس کے کئی برس بعد ایک مضمون کسی رسالہ میں دیکھا تھا۔ جس میں اس کتاب کو حافظ ابن حجر کی طرف منسوب کرنے سے انکار کیا تھا اور اس سے پہلے بھی کسی صاحب نے اس کے متعلق استفسار کیا تھا۔ مگر رسالہ میں جو وجوہ حافظ کی طرف منسوب نہ ہونے کی ذکر کی گئی تھیں وہ میری سمجھ میں نہیں آئی تھیں۔

مجھے تو اس وقت یاد نہیں مگر میرے دوستوں نے بیان کیا کہ تیرا وہ خط جس

میں اس کے متعلق مفصل کلام کیا گیا ہے "مکتوبات علمیہ میں موجود ہے عزیز شاہد سہارنپوری کتب خانہ اشاعت العلوم محلہ مفتی سہارنپور کو خط ڈال کر تحقیق کر لیں کہ میرا وہ خط اگر اس کے پاس ہو تو وہ اس کی نقل آپ کو بھیج دے۔

مجھے بتایا گیا ہے کہ اس خط میں اس کے متعلق بہت تفصیل ہے۔"

محمد زکریا ۳ جون ۱۹۷۵ء مدینۃ المنورہ

مکتوب نمبر ۴۵ .... ✉

ایک امر توضیح طلب یہ ہے کہ آنجناب کی تصنیف فضائل ذکر اکثر زیر مطالعہ رہتی ہے۔ اس میں کلمہ لا الٰہ الا اللہ کی فضیلت اور اس کے ذکر کی عظمت کا تذکرہ ہے۔ متعدد حدیثیں نقل کی گئی ہیں اور ان سب سے اس ناچیز نے یہ سمجھا ہے کہ مقصد کلمہ لا الٰہ الا اللہ سے ہے۔ لیکن ایک صاحب نے یہ کہا ہے کہ مطلب پورے کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ سے ہے۔ یہ دل شکر گزار ہوں گا اگر آنجناب وضاحت فرما دیں کہ صرف لا الٰہ الا اللہ پڑھنا کافی ہے یا پورا کلمہ طیبہ اور ستر ہزار کا نصاب لا الٰہ الا اللہ کا ہے یا پورے کلمہ طیبہ کا۔ فقط

جواب کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ تو کثرت سے پڑھا کریں اور پندرہ بیس مرتبہ کے بعد پورا کلمہ پڑھ لیا کریں۔ ستر ہزار کا نصاب صرف لا الٰہ الا اللہ کا ہے۔ محمد زکریا ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۹۶ھ

اشکالات وجوابات
فضائل حج

مکتوب نمبر ۴۶ . . . .. ✉

حضرت مولانا الحاج محمد زکریا صاحب مدرس اول مدرسہ مظاہر علوم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

میں اس وقت حرم محترم میں ہوں۔ چونکہ جناب نے فضائل حج میں تحریر فرمایا ہے کہ حضرت خضر علیہ السلام فجر کی نماز مکہ معظمہ میں حرم شریف میں پڑھتے ہیں اور اشراق کی نماز تک رکن شامی پر رہتے ہیں۔ جب رکن شامی پر بعد نماز صبح میں نے

جا کر دیکھا تو چند ڈاڑھی منڈے حطیم میں اور رکن شامی پر پائے گئے۔ ممکن ہے مکہ شریف والوں کی صحبت میں حضرت خضر علیہ السلام نے ڈاڑھی منڈوا دی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے ان کو نہیں پہچانا۔ ورنہ فضائل حج کی روایت گویا قرآن کی آیت ہے۔ استغفر اللہ۔ استغفر اللہ۔

فضائل حج میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ بیت اللہ شریف کے دروازے کی چوکھٹ اور کواڑ فلاں سنہ میں ابن سعود نے تبدیل کرائے ہیں۔ صرف کواڑ تبدیل ہوئے ہیں۔ میں اس وقت بھی موجود تھا۔ آپ نے آنکھیں بند کر کے چوکھٹ کا تبدیل ہونا بھی لکھ دیا۔ حالانکہ پرانی چوکھٹ اب تک موجود ہے۔

فضائل حج کیا ہے ایک غلط باتوں کا خزانہ ہے جو آنکھ بند کر کے تصنیف کی گئی ہے اور کسی کسی جگہ وفاء الوفاء کے حوالہ دے کر ہمارے حضرت شیخ الحدیث بری ہو گئے۔ نیز فضائل حج میں ہے کہ سید احمد رفاعی جب مدینہ پہنچے تو مسجد نبوی میں قبر شریف سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا دست مبارک باہر نکلا اس وقت تقریباً نوے (۹۰) ہزار آدمیوں کا مجمع تھا جس میں شیخ عبدالقادر جیلانیؒ بھی موجود تھے۔ دست مبارک کا قبر اطہر سے سید احمد رفاعی کے واسطے نکلنا عجیب وغریب بات ہے۔ صحابہ کرام کے واسطے بھی ثابت نہیں دوسروں کے واسطے وہ اس قدر سستا ہو گیا۔ وہ کرامت جن کا کوئی ثبوت ہو ان سے تو انکار نہیں لیکن بلا دلیل اور بلا ثبوت باتوں سے کتاب بھر دینا مناسب نہیں ہے۔

"نیز فضائل حج میں یہ بھی ہے کہ ایک آدمی مدینہ منورہ کی زیارت کو گیا' بھوکا ہوا' یہ کہہ کر مسجد نبوی میں ایک جگہ بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد نیند آ گئی' غنودگی ہو گئی' دیکھا کہ جناب نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور ایک روٹی عطا کر دی اور فرمایا اسے کھا لو نصف کھانے پایا تھا کہ آنکھ کھل گئی اور نصف روٹی ہاتھ میں موجود تھی۔ دراصل فضائل حج کیا ہے عقائد غلط کرنے والی کتاب ہے جو اس بات کی تعلیم دیتی ہے کہ اللہ کے سوا رسول اللہ ﷺ سے مانگا جائے' نعوذ باللہ۔

تصنیف حضرات اکابر علماء دیوبند کی بھی ہیں۔ مگر آپ کی تصنیف کا عجیب رنگ ہے کہ شرک کی تعلیم ہوتی ہے۔ حضرت مولانا تھانویؒ حضرت مولانا

گنگوہیؒ، حضرت مولانا خلیل احمدؒ صاحب، مولانا ولی اللہ صاحبؒ وغیرہ نے بھی
کتابیں تحریر فرمائی ہیں مگر شرک و بدعات کی تعلیم نہیں دی بلکہ ان کو مٹایا ہے۔
میں نے کچھ تعلیم دیوبند میں بھی پائی ہے۔ حنفی ہوں غیر مقلد بے ادب نہیں
ہوں اور بدعتی بھی نہیں ہوں۔
کسی کسی جگہ کی عبارت سے علم غیب ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے
بعض لوگوں کو خواب میں یہ فرمایا کہ تم نے میری اولاد کے ساتھ ہمدردی کی۔ اس لیے
تمہارے واسطے یہ ہدیہ ہے۔ غور فرمائیے کہ کسی آدمی نے اگر خیرات کی تو
رسول اللہ ﷺ کو کس طرح معلوم ہوا جو خواب میں آکر تعریف فرمادی۔ یہاں الحمد للہ
تبلیغی کام خوب ہو رہا ہے مگر جماعت میں آپس میں اکرام مسلم کی کمی ہے۔ ہاں الحمد
للہ خلوص بہت ہے۔ فقط از مکہ مکرمہ یکم ستمبر ۱۹۵۰ء

جواب

عنایت فرمائم سلمہ۔ بعد سلام مسنون۔ آپ کے عتاب نامہ
مورخہ یکم ستمبر آپ کے غصہ میں اس قدر وزنی ہوگیا کہ دو ماہ
میں یکم نومبر کو سہارنپور پہنچا۔ اس میں ایک پرچہ مولانا یوسف صاحب کے نام تھا جس
کو آپ نے حکم دیا تھا کہ بندہ دیکھ کر ارسال کردے تعمیل حکم میں مولانا کے حوالہ کردیا
کہ وہ خود یہاں تشریف لے آئے تھے ان سے یہ بھی معلوم ہو کہ آپ تو ان کو براہ
راست بھی بہت سے خطوط تحریر فرما چکے ہیں۔ جن کے اول اول تو انہوں نے بہت
اہتمام سے جواب دیے۔ اس کے بعد آپ کی عقل کو اپنی تحریرات سے تنگ پاکر
سکوت اختیار فرمایا اس روایت سے بندہ کی طبیعت بھی منغض ہوگئی ورنہ پہلے سے
بہت مفصل جواب لکھنے کا خیال تھا اب مختصر ہی پر اکتفا کرتا ہوں۔
آپ نے میرے نام کے والا نامہ میں
(۱) پاؤں دبوانے پر انتہائی غیظ وغضب کا اظہار فرمادیا۔
(۲) اور فضائل حج پر تو بہت ہی غیظ و غضب بہا دیا جس میں حضرت خضر علیہ
السلام کے رکن شامی پر نہ ملنے پر بہت غصہ ہے۔
(۳) اور بیت اللہ شریف کے کواڑوں کے ساتھ چوکھٹ کے تبدیل نہ ہونے پر

بھی غصہ ہے اور لکھا ہے کہ تبلیغ والے حضرات اس کے شاہد ہیں اور حضرات بھی
ہزاروں کی تعداد میں اس کے شاہد ہیں۔ فضائل حج کیا ہے غلط باتوں کا خزانہ ہے جو
آنکھ بند کر کے تصنیف کی گئی ہے۔
(۴) سید احمد رفاعیؒ کے واسطے دست مبارک نکلنے پر بھی سخت عتاب ہے کہ بلا
ثبوت بلا دلیل لکھ دیا۔
(۵) نبی کریم ﷺ کے روضہ اطہر پر سوال کرے دلوں کی مرادیں پوری ہونے
پر آپ نے لکھا ہے کہ فضائل حج کیا ہے عقائد غلط کرنے والی ایک کتاب ہے۔
(۶) حضرت مولانا تھانویؒ، حضرت گنگوہیؒ، حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحبؒ
وغیرہ نے بھی کتابیں تحریر فرمائی ہیں۔ مگر شرک و بدعت کی تعلیم نہیں دی، بلکہ شرک و
بدعت کو مٹایا ہے۔
(۷) حضور اقدس ﷺ نے بعض لوگوں کو خواب میں یہ فرمایا کہ تم نے میری
اولاد کے ساتھ یہ کیا، یہ کیا، یہ علم غیب کی تعلیم ہے۔
آپ کے طویل والا نامہ میں غصہ میں برا بھلا کہنے کے ساتھ یہ چند باتیں
ہیں جن کا خلاصہ بندہ نے لکھا ہے۔ امور بالا کے متعلق جواب سے پہلے چند امور
معروض ہیں۔
(الف) کسی کتاب یا رسالہ پر تنقید یا اعتراض کا تو مضائقہ نہیں اور جو
بات سمجھ میں نہ آئے اس کو ضرور تحقیق بھی کرنا چاہئے اور اس پر تنقید بھی، مگر اس کا
ہمیشہ لحاظ رکھنا چاہئے کہ تنقید کا طرز سب وشتم کا نہ ہونا چاہئے۔
آپ نے تبلیغی جماعت میں آپس میں اکرام مسلم نہ ہونے کی شکایت لکھی،
لیکن آپ کے ان خطوط سے جو اس ناکارہ کو اور مولانا یوسف صاحب کو لکھے ہیں۔ یہ
اندازہ ہوتا ہے کہ آپ اسی قسم کی گفتگو ان حضرات سے بھی کرتے ہوں گے جن کا ان
سے تحمل نہ ہوتا ہوگا۔ بلکہ میں تو ان حضرات کا اور بھی زیادہ معتقد ہوگیا۔ جو آپ جیسے
مغلوب الغضب شخص کے ساتھ نباہ کر رہے ہیں۔
(ب) آپ نے اگرچہ یہ لکھا ہے کہ میں نے دیوبند میں بھی تعلیم پائی
ہے مگر مجھے اب تک یہ معلوم نہ ہو سکا کہ آپ کی تعلیم کتنی ہے تاکہ اسی کے انداز پر

آپ سے مخاطبت کی جائے۔"

(ج) آپ کے احوال ان خطوط سے اور ان بعض مہمانوں سے جو لکھنو وغیرہ سے اتفاق سے اس وقت آئے ہوئے ہیں اور ان کے سامنے آپ کے خطوط کا تذکرہ مولوی یوسف صاحب وغیرہ سے ہوا) معلوم ہوئے ان سے یہ اشکال پیش آیا کہ اگر آپ کا گشت تبلیغی جماعتوں کے ساتھ وہاں ہوتا ہوگا اور آپ اپنی عادت کی وجہ سے مجبور ہو کر لوگوں پر برستے ہوں گے تو تبلیغی جماعت کے لوگوں کو بھی مشکلات ہوتی ہوں گی اور کام میں بھی نقصان کا اندیشہ ہے۔ اس کے متعلق آپ غور فرما دیں کہ کیا کیا جائے۔ اس کے بعد جوابات کے متعلق عرض ہے کہ

(۱) بدن دبوانے کا جواز سب فقہاء نے لکھا ہے۔ معلوم نہیں اس کو آپ نے اپنی رائے سے ناجائز قرار دیا ہے یا کسی جگہ سے آپ کو کوئی سند ملی ہے۔

عن عمر رضی اللہ عنہ قال دخلت علی النبی ﷺ وغلام له حبشی یغمز ظهره الحدیث یہ مرفوع حدیث ہے وعن عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ انه استاجر عجوزاً المتمرضة وکانت تکبس رجلیه [2]

یہ صحابی کا فعل ہے اور محمد ابن المنکدر محدث تابعی تو یہاں تک کہتے ہیں کہ میں رات کو اپنی ماں کے پاؤں دباتا رہا اور میرا بھائی نفلیں پڑھتا رہا۔

وما احب ان لیلتی بلیلة." [3]

(۳) حضرت خضر علیہ السلام کو اگر مقررہ جگہ پر آپ نہ پا سکے ہوں تو اس سے نہ تو ان کے وجود کا انکار لازم آتا ہے اور نہ ہی ان کا داڑھی منڈا ہونا لازم آتا ہے۔ اول تو اگر کوئی شخص یہ کہے کہ حرم میں فلاں جگہ میں بیٹھا کرتا ہوں تو اس کے یہ معنے ہوتے ہی نہیں کہ اس جگہ کے سوا کبھی دوسری جگہ نہیں بیٹھتا۔

یہ مکتوب افسوس ہے کہ اسی قدر دستیاب ہو سکا مگر چونکہ یہ ناقص بھی فوائد سے خالی نہیں تھا۔ اس لیے تحریر کر دیا گیا۔ شاہد

مکتوب نمبر ۴۷ .... ✉

حضرت شیخ الحدیث صاحب' بہت تحقیق فرما کر جواب عنایت فرمائے گا

[1] کنز العمال ص ۴۴ جلد ۳۔ [2] زیلعی علی الکنز ص ۱۸ جلد [3] در منثور ص ۱۶۵ جلد ۴

کیوں کہ بہت زیادہ تحقیق اس وسیلہ والی دعا کے بارے میں ہو چکی ہے جواب دلائل کے ساتھ ہونا چاہیے یعنی قرآن و حدیث وفقہ سے ثبوت ہو صرف علما کے اقوال ہرگز نہیں مانے جائیں گے۔ بہت غور و فکر فرما کر قلم اٹھائیے گا۔

قرآن شریف میں الحمد شریف میں دعا کی تعلیم خدائے پاک نے عنایت فرمائی ہے جس میں وسیلہ وغیرہ کچھ نہیں اور بھی دعائیں قرآن شریف میں ہیں جہاں کسی کا وسیلہ وغیرہ کچھ نہیں اور رسول کریم ﷺ کی احادیث میں بھی وسیلہ کا تذکرہ نہیں اور بعد وفات حضرت محمد رسول اللہ ﷺ' حضرت صدیق حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ اور حضرت عشرہ مبشرہ اور تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کبھی رسول اللہ ﷺ کے وسیلہ سے کوئی دعا نہیں مانگی' براہ راست پروردگار عالم سے ہر نبی نے اور ہر صحابی نے دعا مانگی ہے کیا وسیلہ والی دعا سے خدائے پاک پر کوئی دباؤ پڑتا ہے

نعوذ باللہ' استغفر اللہ' استغفر اللہ.

یہ وسیلہ والی دعا' آپ کی کتاب فضائل حج میں صفحہ ایکسو چوالیس (۱۴۴) پر موجود ہے۔ آئندہ آپ کتابیں تصنیف فرمائیں تو تحقیق فرما کر تصنیف فرمائیں' بڑی بڑی غلطیاں آپ کی تصانیف میں موجود ہیں۔

شیخ الحدیث صاحب' ہم نے آپ کو کبھی کسی جماعت میں تبلیغی کام میں شریک ہوتے ہوئے نہیں دیکھا۔ کیا ایک سال میں چالیس دن کے لیے بھی آپ کسی جماعت کے ہمراہ تشریف نہیں لے جا سکتے۔ صرف ترغیبی کتابیں تحریر فرما کر ثواب میں داخل ہونا چاہتے ہیں۔ واہ خوب۔" فقط۔

جواب

عنایت فرمائے سلمہ' وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ!

یک لفافے میں دو عتاب نامے پہنچے۔ اس سے قبل عرصہ ہوا ایک غضب نامہ جناب کا مکہ مکرمہ سے بھی پہنچا تھا جو خط لکھنے کے دو ماہ بعد بندہ کو ملا تھا۔ اس کا جواب اسی وقت ارسال خدمت کر دیا تھا۔ بعد میں کسی نے بیان کیا کہ آپ بمبئی بلکہ ہر دوئی پہنچ گئے۔ بندہ نے پہلے بھی دریافت کیا تھا کہ مجھے اب تک آپ کی علمیت کا پتہ نہیں چلا۔ آپ نے کچھ پڑھا بھی ہے یا نہیں۔ اگر پڑھا ہے تو

کیا پڑھا ہے اس لیے کہ ہر شخص سے گفتگو اس کے علمی معیار کے مطابق ہی ہو سکتی ہے۔ آپ نے اس عتاب نامہ میں توسل پر بہت غیظ کا اظہار فرمایا مگر میرا خیال یہ ہے کہ یہ اعتراض آپ نے جہاں لکھا ہوا دیکھا یا کسی سے سنا اس کو سمجھا بھی نہیں۔ وہ چیز جس پر بعض اکابر کو اعتراض ہے وہ دوسری چیز ہے۔ نفس توسل سے کون پڑھا لکھا انکار کرسکتا ہے۔

آپ نے یہ بھی لکھا کہ کیا وسیلہ والی دعاء سے اللہ تعالیٰ پر کوئی دباؤ پڑتا ہے مگر آپ نے یہ نہ سوچا کہ قیامت میں حضور اقدس ﷺ بہ اجماع امت سفارش فرمائیں گے تو کیا نعوذ باللہ حضور کی سفارش سے حق تعالیٰ شانہٗ پر کچھ زور پڑسکتا ہے۔ پھر یہ آخر شفاعت کا دروازہ کیوں کھولا؟

توسل کے متعلق چند احادیث لکھتا ہوں۔"

(۱) عن انس رضی اللہ عنہ ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کان اذا قحطوا استسقیٰ بالعباس بن عبدالمطلب فقال اللّٰھم انا کنا نتوسل الیک بنبینا صلی اللہ علیہ وسلم فتسقینا وانا نتوسل الیک بعم نبینا فاسقنا قال ویسقون. رواہ البخاری.

یہ حضرت عمرؓ کو کیا ہوگیا کہ کبھی حضور اکرم ﷺ کے ساتھ وسیلہ ڈھونڈتے ہیں اور کبھی حضورؐ کے چچا حضرت عباس کے ساتھ۔

(۲) نابینا کا مشہور قصہ جس کو ترمذی شریف میں نقل کیا ہے اس میں خود حضور اکرم ﷺ نے ان کو جو دعا تعلیم فرمائی اس میں اللّٰھم انی اسالک واتوجہ الیک بنبیک محمد نبی الرحمۃ کے الفاظ موجود ہیں۔ کیا آپ کے خیال میں خود حضور اقدس ﷺ کو بھی اتنی کھلی بات کا پتہ نہ چلا کہ وسیلہ والی دعاء سے اللہ تعالیٰ پر دباؤ پڑتا ہے۔

(۳) واخرج الحاکم وصححہ انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لما اقترف آدم الخطیئۃ قال یا رب اسئلک بحق محمد ﷺ الا ماغفرت لی الحدیث ذکرہ ابن حجر المکی فی شرح المناسک

یہ حضرت آدم علیہ السلام کو کیا ہوگیا کہ وہ حضور اقدس ﷺ کی پیدائش سے پہلے ہی ان

کے وسیلہ سے دعا کرنے لگے۔

اصل بات یہ ہے کہ خود حضور اقدس ﷺ یا حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام یا حضرت عمرؓ کا ذہن وہاں تک کہاں پہنچ سکتا تھا جہاں آپ کا روشن دماغ پہنچ گیا کہ اس سے اللہ تعالیٰ پر زور پڑتا ہے۔

علامہ جزری نے حصن حصین میں صفحہ تیئس (۲۳) پر آداب دعا میں لکھا ہے وان یتوسل الی اللہ تعالیٰ بانبیائہ امام نووی نے احکام حج میں آداب زیارت کے سلسلہ میں لکھا ہے۔ ثم یرجع الی موقفہ الاول قبالۃ وجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ویتوسل بہ فی حق نفسہ الخ

فضائل حج صفحہ ایک سو اکتیس (۱۳۱) پر اس کو مفصل لکھا ہے۔ اس کو دیکھ لیں۔ تعجب ہے کہ آپ نے "فضائل حج" کا صفحہ ایک سو چوالیس (۱۴۴) تو دیکھ لیا مگر اس سے پہلے صفحہ ایک سو اکتیس (۱۳۱) نہیں دیکھا۔

اور اگر ان سب اکابر کی یہ ساری کتابیں غلط ہیں تو پھر فضائل حج کے غلط ہونے کا اس ناکارہ کو بھی قلق نہیں۔

آپ نے لکھا ہے کہ صرف قرآن، حدیث اور فقہ سے ثبوت ہو ورنہ صرف علماء کے اقوال ہرگز نہ مانے جائیں گے۔ اس کے متعلق عرض ہے کہ آپ جیسے علامہ کو تو یہ حق ہوسکتا ہے کہ علماء کے اقوال کو ہرگز نہ مانیں لیکن مجھ جیسے کم علم کے لیے تو سب اہل حق معتمد علماء کا قول حجت ہے میں علماء کے قول کو نہ مان کر کیسے زندگی گزار سکتا ہوں۔ مجھ میں اتنی استعداد ہی نہیں کہ براہ راست قرآن و حدیث سے ہر مسئلہ پر استدلال کرکے عمل کروں۔

آپ نے تحریر فرمایا کہ تجھے کسی کام میں تبلیغی جماعت میں شریک ہوتے نہیں دیکھا۔ صرف ترغیبی کتابیں تحریر کرکے ثواب میں داخل ہونا چاہتا ہے۔ کیا آپ کا خیال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کوئی ایک ثواب کا کام کسی وجہ سے نہ کرسکے وہ پھر کوئی بھی ثواب کا کام نہ کرے۔ آپ کو غالباً اس کا علم نہیں کہ میں نے کوئی رسالہ اپنی خواہش سے نہیں لکھا۔ انہیں لوگوں کے اصرار سے لکھے ہیں جو اس کام میں سرگرم رہے۔ مرنے کے بعد مولانا محمد الیاس صاحبؒ سے اس کا مطالبہ فرمالیں۔ یا اب مولانا یوسف

صاحب سے اس کا جواب طلب کرلیں کہ وہ کیوں ایسے شخص سے رسالہ لکھواتے ہیں جو تبلیغ میں نہیں نکلتا۔

اس میں بندہ آپ کا ہم خیال ہے کہ مجھے رسائل تصنیف نہیں کرنے چاہئیں۔ مجھے خود اس میں بہت تامل ہوتا ہے مگر پہلے چچا جان کا ہمیشہ حکم رہا۔ اب تک بھی نئی فرمائش کا ایک رسالہ باقی ہے، جس کی اسی وجہ سے ہمت نہیں پڑتی اس پر اضافہ یہ کہ مولانا یوسف صاحب کے مزید رسالوں کے احکام صادر ہوتے رہتے ہیں۔ کم از کم مولانا یوسف صاحب کو تو آپ روک ہی دیجیے کہ وہ آئندہ کسی رسالہ کا حکم نہ فرمادیں۔ یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ یہ ناکارہ اول مدرس مدرسہ نہیں ہے مدرس اول ایک اور بزرگ ہیں۔

فقط والسلام

محمد زکریا ۵ رجب ۱۳۷۰ھ

مکتوب نمبر ۴۸ ....

مخدوم مکرم استاذ نا زید مجدہٗ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

بندہ ہر روز بعد نماز عصر مقتدیوں کو حضرت والا کی فضائل کی کتابوں میں سے کوئی نہ کوئی کتاب سناتا ہے۔ آج کل فضائل حج سنا رہا ہے۔ اس میں صفحہ انتالیس (۳۹) سطر دو پر پیدل حج کا ثواب ہر قدم پر سات کروڑ لکھا ہے اور صفحہ اکتالیس (۴۱) سطر تین پر ستر کروڑ تحریر فرمایا ہے۔

دوسرے یہ کہ اسی کتاب میں صفحہ سترہ (۱۷) سطر تیرہ پر ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی یہ دعا قبول ہوئی کہ ظالم سے مظلوم کا بدلہ نہیں لیا جائے گا اور اس کا قصور معاف کر دیا جائے گا اور پھر صفحہ چونسٹھ (۶۴) سطر نو پر یہ ہے کہ ان مظلوم لوگوں کے گناہ اس کے ظلم کے بقدر لے کر اس پر ڈال دیے جائیں گے۔ ان دونوں [illegible] پر تطبیق سمجھ میں نہیں آئی، تحریر فرما دیجیے۔ فقط

جواب

عنایت فرمائم سلمہٗ بعد سلام مسنون، عنایت نامہ پہنچا۔ فضائل حج سننے سے مسرت ہوئی۔ حق تعالیٰ شانہ جزائے خیر عطا فرمائیں۔

صفحہ سترہ (۱۷) پر مظالم کے عفو کی حدیث اور صفحہ چونسٹھ پر مظالم کے بدلہ

کی دونوں حدیثیں اپنی اپنی جگہ مستقل ہیں۔ عفو والی حدیث پر محدثانہ کلام وسیع ہے۔ حتیٰ کہ ابن جوزی نے اس کو موضوع تک کہہ دیا۔ تاہم بدلہ والی حدیث کا مقابلہ ہرگز نہیں کرسکتی۔ اس لیے عام ضابطہ والی حدیث تو بدلہ والی ہی ہے اور معافی والی حدیث اگر قابل احتجاج ہو ہی جائے تو مخصوص حج کے لیے ہے اس کا درجہ تو بس اتنا ہی ہے کہ مالک سے امیدوار عفو ہو کر معافی مانگتا رہے۔

پیدل حج والی حدیث میں صفحہ اکتالیس (۴۱) پر ستر کروڑ کا لفظ سبقت قلم ہے اس لیے کہ صفحہ انتالیس اور صفحہ چالیس پر جو مضمون ہے وہ احادیث کا ترجمہ ہے اس لیے وہ مقدم ہے اور صفحہ اکتالیس پر اپنا مضمون ہے اس کی تصحیح کر کے سات بنا دیں۔

فقط۔ محمد زکریا کاندھلوی، ۲ ربیع الثانی ۱۳۷۳ھ

مکتوب نمبر ۴۹ ....

محترم مکرم زاد مجدہٗ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

''فضائل حج'' کے صفحہ چونسٹھ (۶۴) پر لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ سورج گرہن کی نماز پڑھ رہے تھے اس میں حضورؐ کے سامنے جنت اور دوزخ کے احوال ظاہر ہوئے تو حضور اکرم ﷺ نے جہنم میں ایک عورت کو دیکھا جس نے کسی بلی کو دنیا میں باندھ رکھا تھا۔ الی آخرہ۔

سوال یہ ہے کہ اس وقت جنت اور دوزخ میں کون تھا؟ فقط

جواب

عنایت فرمائم سلمہٗ بعد سلام مسنون!

صلوٰۃ الکسوف میں جو روایت ذکر کی گئی اس کے متعلق امام نووی کی رائے یہی ہے کہ بعض لوگ اب بھی معذب ہیں۔ لیکن جمہور کے نزدیک اور بھی بندہ کے نزدیک بھی صحیح ہے کہ یہ روایت عالم مثال کی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کرتا ہے کہ جو واقعات اپنے وقت پر اپنی حالت میں ہوں گے وہ بطور کشف کے حضور ﷺ کو نظر آ گئے جیسے کہ بعض لوگ خواب میں بعض آنے والے واقعات کو دیکھ لیتے ہیں۔ اسی طرح حضور کو حالت بیداری میں بعض واقعات کا انکشاف ہو جاتا تھا۔

فقط محمد زکریا ۲ ربیع الثانی ۱۳۷۳ھ

مکتوب نمبر ۵۰

حضرت سید احمد کبیر رفاعیؒ کا یہ واقعہ کہ وہ ۵۵۵ھ میں روضہ اقدس پر مدینہ منورہ میں حاضر ہوئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو السلام علیک یا جدی کہہ کر سلام کیا۔ روضہ اقدس سے وعلیک السلام یا ولدی با آواز بلند سنا گیا۔ اس پر حضرت سید پر ایک حالت طاری ہوئی اور دو شعر پڑھے جن میں یہ مصرعہ بھی تھا۔

فامدد یمینک تحظی بھا شفتی

اس پر قبر شریف سے حضور اکرم ﷺ کا دست مبارک چمکتا ہوا ظاہر ہوا' سید نے اسے بوسہ دیا۔ الخ

حضرت حکیم الامت نے اپنے وعظ میں علامہ سیوطی کے حوالہ سے یہ واقعہ بیان فرمایا ہے۔ یہاں علامہ سیوطیؒ کے رسائل نہیں ہیں۔ ذرا تفتیش کر کے علامہ سیوطی کی عبارت مع حوالہ کتاب وصفحہ تحریر کر دیں۔ والسلام

(حضرت مولانا) محمد ظفر عثمانی ۲۵ ذیقعدہ ۷۵ھ

جواب

المخدوم المکرم زادہ معالیکم۔ بعد سلام مسنون! اسی وقت مولانا اسعد اللہ صاحب نے گرامی نامہ دکھلایا' جس میں سید احمد رفاعی قدس سرہ کے مشہور واقعہ کا حوالہ دریافت فرمایا گیا ہے۔ اس واقعہ کو اس ناکارہ نے بھی اپنے رسالے فضائل حج کے صفحہ ایک سو پچاس (۱۵۰) قصہ نمبر تیرہ پر نقل کیا ہے۔ وہ دو شعر یہ ہیں:

فی حالۃ البعد روحی کنت ارسلھا
تقبل الارض عنی وھی نائبتی
وھذہ دولۃ الاشباح قد حضرت
فامدد یمینک . تحظی بھا شفتی

اس پر دست مبارک ظاہر ہوا اور انھوں نے اسکو چوما۔ یہ واقعہ رسالہ ''فضائل حج'' میں علامہ سیوطی کی کتاب الحاوی جلد دو' صفحہ دو سو اکسٹھ (۲۶۱) سے نقل کیا گیا ہے۔ مگر یہ کتاب نہ تو میرے پاس ہے نہ مدرسہ میں ہے۔ غالباً مفتی محمود صاحب گنگوہی کے پاس تھی۔ یہ بھی معلوم نہیں کہ ان کی اپنی تھی یا کسی سے مستعار لی تھی۔

مفتی صاحب کئی سال سے جامع العلوم کانپور میں مدرس ہیں۔ ان کو آج ہی خط لکھ دیا کہ اگر کتاب ان کے پاس ہو تو صفحہ دو سو اکسٹھ (۲۶۱) جلد دو سے عبارت عینہ نقل کر کے خدمت والا میں براہ راست ارسال کر دیں۔ جناب کے رفع انتظار کے خیال سے یہ عریضہ ارسال ہے۔

رسالہ فضائل حج میں "البنیان المشید" کے حوالہ سے اتنا اضافہ بھی ہے کہ اس وقت تقریباً نوے ہزار کا مجمع مسجد نبوی میں تھا جن میں حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ' بھی تھے سب نے اس واقعہ کو دیکھا۔

یہ روسیہ و سیاہ کار دعاؤں کا بہت ہی محتاج ہے۔ اعمال خیر سے تو ہمیشہ سے عاری تھا۔ روز افزوں امراض نے علمی مشاغل سے بھی بے کار کر دیا۔ دماغ اور نگاہ دونوں سرعت سے جواب دے رہے ہیں۔

محمد زکریا ۲ ذی الحجہ ۱۳۷۷ھ

مکتوب نمبر ۵۱

قدوۃ السالکین حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہ العالی۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' گزارش یہ ہے کہ کیا سرور کائنات احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کا دست مبارک روضہ مقدس سے کسی کے مصافحہ کے واسطے باہر نکل سکتا ہے؟ یہ امر شریعت کے موافق ہے یا نہیں؟

یہ روایت اگر بے سند ہے اور شریعت اس کو جائز نہیں قرار دیتی' تو پھر فضائل حج میں ایسی روایتوں کی شہرت فتنہ کا باعث ہو سکتی ہے یا نہیں؟ فقط والسلام

جواب

عنایت فرمائم سلمہ' بعد سلام مسنون۔ اسی وقت عنایت نامہ پہنچا۔ تقریباً دو ہفتہ پہلے بھی اس مضمون کا آپ کا خط پہنچا تھا۔ میں نے اسی خط پر یہ مضمون لکھ کر'' کیونکہ یہ ناکارہ اپنے امراض بالخصوص نزول آب کی وجہ سے مراجعت کتب سے معذور ہے اور اب علمی خطوط کا جواب مشکل ہو گیا ہے۔ اس لیے آپ کا یہ خط مفتی محمود صاحب صدر مفتی دارالعلوم دیو بند کے پاس بھیجتا ہوں۔ آئندہ بھی کوئی علمی بات دریافت کرنی ہو تو مفتی صاحب کے پاس بھیجیں''۔ آپ کو جواب لکھ کر بھیج رہا تھا' اتفاقاً اسی وقت مفتی صاحب آ گئے۔ میں نے آپ کا خط اور اپنا جواب ان کے حوالے کر دیا اور کہہ دیا کہ مفصل جواب تحریر فرما دیں۔ تعجب ہے کہ ان کا

جواب ابھی تک آپ تک نہیں پہنچا ممکن ہے کہ خط لکھنے کے بعد پہنچ گیا ہو۔ اس لیے کہ مفتی صاحب اس درمیان میں ایک مناظرہ کے سلسلہ میں باہر بھی گئے تھے۔

(بہر حال) اس سلسلہ میں اتنا ضروری ہے کہ حضرت اقدس قطب العارفین سید احمد صاحب رفاعی نور اللہ مرقدہٗ کے لیے دست مبارک کا نکلنا مشہور قصہ ہے جس کو علامہ سیوطی نے اپنے رسالہ الحاوی میں نقل کیا ہے اور اسی واقعہ کو مولانا ظفر احمد صاحب شیخ الاسلام پاکستان نے اپنے کسی رسالہ میں نقل کیا ہے اور بھی متعدد حضرات نے نقل کیا ہے۔

اس سلسلہ میں اگر آئندہ کوئی چیز پوچھنی ہو تو براہ راست مفتی صاحب ہی سے پوچھیں۔ اس ناکارہ کو اب مراجعت کتب دشوار ہے۔" فقط

محمد زکریا ۱۸ جمادی الاولیٰ ۱۳۹۱ھ

اشکالات وجوابات
"فضائل صدقات"

مکتوب نمبر ۵۲

بخدمت حضرت مولانا محمد زکریا صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عرض یہ ہے کہ عاجز کے پاس آپ کی تصنیف فضائل صدقات موجود ہے۔ اس کے حصہ دوم صفحہ دو سو دس ۲۱۰ پر موت کا بیان لکھا گیا ہے جس میں ایک حدیث جناب نے لکھی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص پچیس ۲۵ مرتبہ "اللھم بارک لی فی الموت وفی ما بعد الموت" پڑھے الخ۔ یہ الفاظ حدیث کی کون سی کتاب میں ہیں۔ فقط۔

جواب

عنایت فرمائم سلمہٗ! بعد سلام مسنون! یہ حدیث زرقانی کے حوالہ سے اوجز المسالک جلد دو صفحہ چار سو نوے ۴۹۰ پر اور اسی طرح سے شرح احیاء جلد نمبر نو میں صفحہ پانچ سو تیس (۵۳۰) اور جلد دس میں صفحہ دو سو

ستائیس (۲۲۷) پر طبرانی اوسط کے حوالہ سے تحریر ہے وہاں دیکھ لی جائے۔ فقط

محمد زکریا ۸۳/۳/۲۵ھ

مکتوب نمبر ۵۳

مخدوم ومکرم شیخ الحدیث صاحب مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ! ہمارے قصبہ کے ایک صاحب تبلیغ روزانہ تھوڑی دیر کے واسطے بعد نماز عصر فضائل صدقات مؤلفہ آنجناب تزکیہ نفس کے واسطے سنایا کرتے ہیں، بہت اچھا عمل ہے۔

فضائل صدقات حصہ دوم صفحہ دو سو ستتر (۲۷۷) پیراگراف چوبیس (۲۴) میں رشتہ داروں اور اللہ کے راستہ میں خرچ کی فضیلت بیان کی گئی ہے جس کا آغاز: "مصر میں ایک صاحب خیر شخص تھے" سے ہوا ہے۔ درمیانی سطور میں یہ عبارت بھی آگئی کہ صاحب خیر ایک سخی کی قبر پر گئے اور سارا قصہ قبر پر بیان کیا۔ رات کو سخی کو خواب میں دیکھا یہ کہتے ہوئے کہ میں نے تمہاری بات تو ساری سن لی تھی مگر جواب دینے کی اجازت نہ ہوئی اور مختلف الفاظ خواب میں سنے۔

ہماری جماعت اہل حدیث کے افراد کو اس قصہ میں تردد ہے۔ ہماری خلش کو دور فرمایئے۔ کیوں کہ یہی عبارت کو سن کر عوام کو قبر پر جانے کی جرأت ہوگی۔

جواب

مکرم محترم مدفیوضکم۔ بعد سلام مسنون!

گرامی نامہ کارڈ پہنچا۔ آپ کے دینی جذبہ سے جو گرامی نامہ سے ظاہر ہوئی بہت مسرت ہوئی۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے فضل وکرم سے اس دینی جذبہ میں اضافہ فرمائے دارین کی ترقیات سے نوازے اپنی رضا ومحبت عطا فرمائے۔

آپ نے ایک خواب کے قصہ کو اتنی زیادہ اہمیت دی جس کا وہ مستحق نہیں تھا۔ خواب کوئی شرعی حجت نہیں جس سے کوئی شرعی مسئلہ ثابت کیا جاسکے۔ اس کی فضیلت جیسا کہ احادیث میں آیا ہے مبشرات کی ہوتی ہے۔ اچھا خواب ہو تو وہ بشارت ہے جس پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے لیکن شرعی دلیل کا درجہ نہیں اور اگر جناب غور فرمائیں تو خود اس قصہ ہی میں جناب کے اشکال کا جواب موجود ہے۔ اس لیے کہ

جواب ابھی تک آپ تک نہیں پہنچا ممکن ہے کہ خط لکھنے کے بعد پہنچ گیا ہو۔ اس لیے کہ مفتی صاحب اس درمیان میں ایک مناظرہ کے سلسلہ میں باہر بھی گئے تھے۔

(بہرحال) اس سلسلہ میں اتنا ضروری ہے کہ حضرت اقدس قطب العارفین سید احمد صاحب رفاعی نوراللہ مرقدہٗ کے لیے دست مبارک کا نکلنا مشہور قصہ ہے جس کو علامہ سیوطی نے اپنے رسالہ الحاوی میں نقل کیا ہے اور اسی واقعہ کو مولانا ظفر احمد صاحب شیخ الاسلام پاکستان نے اپنے کسی رسالہ میں نقل کیا ہے اور بھی متعدد حضرات نے نقل کیا ہے۔

اس سلسلہ میں اگر آئندہ کوئی چیز پوچھنی ہو تو براہ راست مفتی صاحب ہی سے پوچھیں۔ اس ناکارہ کو اب مراجعت کتب دشوار ہے۔" فقط

محمد زکریا ۱۸ جمادی الاول ۱۳۹۱ھ

اشکالات و جوابات

"فضائل صدقات"

مکتوب نمبر ۵۲ ....

بخدمت حضرت مولانا محمد زکریا صاحب'

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

عرض یہ ہے کہ عاجز کے پاس آپ کی تصنیف فضائل صدقات موجود ہے۔ اس کے حصہ دوم صفحہ دو سو دس ۲۱۰ پر موت کا بیان لکھا گیا ہے جس میں ایک حدیث جناب نے لکھی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص پچیس ۲۵ مرتبہ "اللھم بارک لی فی الموت وفی ما بعد الموت" پڑھے الخ۔ یہ الفاظ حدیث کی کون سی کتاب میں ہیں۔ فقط۔

جواب

عنایت فرمایم سلمہٗ! بعد سلام مسنون! یہ حدیث زرقانی کے حوالہ سے اوجز المسالک جلد دو صفحہ چار سو نوے ۴۹۰ پر اور اسی طرح سے شرح احیاء جلد نمبر نو میں صفحہ پانچ سو تیس (۵۳۰) اور جلد دس میں صفحہ دو سو ستائیس (۲۲۷) پر طبرانی اوسط کے حوالہ سے تحریر ہے وہاں دیکھ لی جائے۔ فقط

محمد زکریا ۸۳/۳/۲۵ھ

مکتوب نمبر ۵۳ ....

مخدوم و مکرم شیخ الحدیث صاحب مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ! ہمارے قصبہ کے ایک صاحب تبلیغ روزانہ تھوڑی دیر کے واسطے بعد نماز عصر فضائل صدقات مؤلفہ" بجناب تزکیہ نفس کے واسطے سنایا کرتے ہیں' بہت اچھا عمل ہے۔

فضائل صدقات حصہ دوم صفحہ دو سو ستتر (۲۷۷) پیراگراف چوبیس (۲۴) میں زاہدوں اور اللہ کے راستہ میں خرچ کی فضیلت بیان کی گئی ہے جس کا آغاز "مصر میں ایک صاحب خیر شخص تھے" سے ہوا ہے۔ درمیانی سطور میں یہ عبارت بھی آ گئی کہ صاحب خیر ایک سخی کی قبر پر گئے اور سارا قصہ قبر پر بیان کیا۔ رات کو سخی کو خواب میں دیکھا یہ کہتے ہوئے کہ میں نے تمہاری بات تو ساری سن لی تھی مگر جواب دینے کی اجازت نہ ہوئی اور مختلف الفاظ خواب میں سنے۔

ہماری جماعت اہل حدیث کے افراد کو اس قصہ میں تردد ہے۔ ہماری خلش کو دور فرمایئے۔ کیوں کہ ایسی عبارت کو سن کر عوام کو قبر پر جانے کی جرأت ہوگی۔

جواب

مکرم محترم مدفیوضہم۔ بعد سلام مسنون!

گرامی نامہ کارڈ پہنچا۔ آپ کے دینی جذبہ سے جو گرامی نامہ سے ظاہر ہوئی بہت مسرت ہوئی۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے فضل و کرم سے اس دینی جذبہ میں اضافہ فرمائے دارین کی ترقیات سے نوازے اپنی رضا و محبت عطا فرمائے۔

آپ نے ایک خواب کے قصہ کو اتنی زیادہ اہمیت دی جس کا وہ مستحق نہیں تھا۔ خواب کوئی شرعی حجت نہیں جس سے کوئی شرعی مسئلہ ثابت کیا جا سکے۔ اس کی فضیلت جیسا کہ احادیث میں آیا ہے مبشرات کی ہوتی ہے۔ اچھا خواب ہو تو وہ بشارت ہے جس پر اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیے لیکن شرعی دلیل کا درجہ نہیں اور اگر جناب غور فرمائیں تو خود اس قصہ ہی میں جناب کے اشکال کا جواب موجود ہے۔ اس لیے کہ

میت نے یہ کہا کہ جواب دینے کی اجازت نہیں ہوئی تھی۔ اس سے خود سمجھ میں آ گیا کہ سننے کی اجازت ہوگی۔ یہی حقیقت ہے۔ ہمارے اکابر کے نزدیک اموات کے سننے کی کہ اللہ کی اجازت پر موقوف ہے وہ چاہے تو سنوا دے نہ چاہے تو نہ سنوائے۔

اس خواب کے قصہ سے زیادہ صاف اور واضح تو بخاری شریف کی وہ حدیث ہے جس میں حضور اکرم ﷺ کا ارشاد **ان المیت لیسمع قرع نعالھم** وارد ہوا ہے کہ میت جوتوں کی آہٹ بھی سنتی ہے اور خود حضور اقدس ﷺ کا بدر کے مقتولین کو جو کنویں میں ڈال دیے گئے تھے خطاب فرمایا اور جب صحابہ نے یہ اشکال کیا کہ آپ اموات سے خطاب کرتے ہیں تو حضور ﷺ نے ان (کفار) کے متعلق خوب سننا بیان فرمایا اور اسی قسم کی اور روایات حدیث جن سے اموات کا سننا معلوم ہوتا ہے اس خواب والے قصہ سے زیادہ قوی اور شرعی حجت ہے۔ اگرچہ دوسری نصوص سے مردوں کا نہ سننا بھی معلوم ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے یہ مسئلہ صحابہ کے زمانہ سے برابر اختلافی چلا آ رہا ہے۔ صحابہ کی ایک بڑی جماعت مردوں کے سننے کی قائل ہے اور دوسری ایک جماعت صحابہ کرام کی اس کا انکار کرتی ہے اور اس کے بعد سے اب تک علماء کا اس مسئلہ میں اختلاف ہوتا چلا آیا ہے۔

اسی بناء پر ہمارے اکابر نے ان مختلف نصوص میں اس طرح جمع کیا ہے کہ یہ اللہ کے قبضے میں ہے۔ وہ چاہے تو کسی بزرگ کو بلکہ کسی عامی مسلمان کو بھی سنوا دے اور وہ نہ چاہے تو کسی بڑے سے بڑے ولی کو بھی نہ سنوائے۔

مجھے یہ معلوم نہیں کہ آپ کس درجہ کے عالم ہیں۔ اگر حدیث کی کتابیں اور شروح وہاں موجود ہوں تو شروح بخاری میں اس مسئلہ پر اور صحابہ کے اختلاف اور ان کے دلائل اور ان کے جوابات پر طویل کلام ہے اس کو ملاحظہ فرمالیں۔ عوام کے سمجھنے کے لیے تو اس ناکارہ کے نزدیک یہ مختصر تحریر کافی ہے کہ یہ بات صرف اللہ کے قبضہ میں ہے کہ وہ چاہے تو سنوا دے اور اس سے میرے خیال میں کسی مسلمان کو بھی انکار نہ ہوگا کہ وہ پاک ذات یفعل مایشاء ویفعل مایرید ہے۔ فقط

محمد زکریا ۱۸ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ

مکتوب نمبر ۵۴

فضائل صدقات حصہ دوم صفحہ ستانوے (۹۷) پر فقیہ ابو اللیث کا جو عجیب قصہ بابت نیک امانت دار خراساں لکھا ہے وہ فسانہ الف لیلہ ہی ہے۔ رسول کریم ﷺ سے ایسی کوئی روایت نہیں ہے کہ زمزم کے کنویں اور وادی برہوت کے کنویں سے سجیں اور علیین کا کام لیا جائے گا اور کسی شخص کے دریافت حال پر روح سے بات بھی کی جاسکتی ہے۔

اس طرح کی روایتوں سے طبیعت برگشتہ ہوجاتی ہے۔ آپ یہ کنویں کیوں خاموش ہیں۔ روشنی ڈالنے کی زحمت گوارا کریں۔" فقط

جواب

"فضائل صدقات" کا آپ نے کوئی حوالہ باب وغیرہ نہیں لکھا اور جو صفحہ آپ نے لکھا اس پر وہ قصہ نہیں ملا۔ بڑی تلاش کے بعد مل گیا۔ صفحات ان رسائل کے بہت مختلف ہیں جس میں بہت وقت خرچ کرنا پڑا۔

جو نسخہ میرے سامنے ہے اس میں یہ قصہ صفحہ دو سو سات (۲۰۷) پر ہے۔ آپ نے یہ صحیح لکھا کہ حضور اقدس ﷺ کی اس قسم کی کوئی روایت نہیں ہے کہ ان دونوں کنووں میں ارواح ہر وقت موجود رہتی ہیں۔ اس قسم کے قصوں کا تعلق کشف سے ہوا کرتا ہے جو شرعی حجت نہیں ہے اصحاب کشوف کو اس قسم کی چیزیں بعض اوقات کشف سے معلوم ہوجاتی ہیں جو نہ شرعی حجت ہے اور نہ وہ دائمی ہوتی ہیں۔ فقط

محمد زکریا ۷ رجب ۱۳۸۵ھ

مکتوب نمبر ۵۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین بیچ اس مسئلہ میں کہ جماعتی درس کے سلسلہ میں ایک مسجد کے امام صاحب نے "فضائل صدقات" حصہ دوم مطبوعہ ادارہ اشاعت دینیات کے صفحہ پانچسو سولہ (۵۱۶) پر مصر کے ایک صاحب خیر شخص کا واقعہ پڑھا۔

ایک صاحب نے مجھ سے یہ سوال کیا ہے کہ جب پہلے زمانہ کے لوگ اس قدر ایماندار تھے کہ ناجائز پیسہ قبول نہیں کرتے تھے اور جب صاحب قبر کسی واسطہ سے امداد کر سکتے ہیں تو اس زمانے میں پریشان حال لوگ حضرت خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جا کر جو حاجتیں اور منتیں مانگتے ہیں ان سے ان کو کیوں روکا جاتا ہے۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ قرآن پاک میں ہے "وما انت بمسمع من فی القبور ط" یعنی تم اپنی آواز قبر والوں کو نہیں سنا سکتے تو یہاں آواز کیوں سنائی گئی اور قبر والے نے کس طرح سنی اور خواب میں کس طرح آئے۔ یہ تو کوئی بہت بڑے بزرگ ہوں گے ان کا کیا درجہ سمجھا جائے۔

فضائل کے لکھنے والے بزرگ شیخ الحدیث صاحب بہت پائے کے بزرگ ہیں۔ اس لیے آپ کی اس کتاب کو ہم مستند سمجھتے ہیں۔ لیکن اس واقعہ کے متعلق جو سوال ہم نے کیا ہے وہ مخلوق کی زبان ہے۔ اس لیے براہ کرم واقعہ مذکورہ کے متعلق مطلع فرمایا جائے۔

فقط

جواب

عنایت فرمائم سلمہٗ بعد سلام مسنون!

عنایت نامہ پہنچا۔ یہ ناکارہ مفتی نہیں ہے۔ فتاویٰ کے جوابات نہیں لکھتا اور آپ نے اپنے خط میں یہ تحریر فرمایا ہے۔ یہ فرماتے ہیں ہمارے دین و شرع متین اس لیے آپ کا خط مفتی صاحب مدرسہ کے پاس بھیجتا مگر چونکہ یہ رسالہ اسی ناکارہ کا لکھا ہوا ہے اور آپ نے سوال میں بھی اس ناکارہ کے سمجھنے کو اصل بنایا۔ اس لیے مختصراً اپنا خیال لکھتا ہوں۔

اصل تو یہی ہے کہ اموات کا مستقل سننا ثابت نہیں انک لا تسمع الموتی ولا تسمع الصم الدعاء یہ آیت قرآنی اس بارے میں نص ہے اور اسی وجہ سے مشائخ کی قبور پر جا کر ان کو مخاطب کر کے ان سے طلب کو ناجائز کہتے ہیں البتہ براہ راست اگر اللہ جل شانہ سے انکے وسیلہ سے کوئی دعا مانگی جائے تو اس میں مضائقہ نہیں۔ اس کے علاوہ اگر کسی جگہ کوئی خاص واقعہ سننے کا ثبوت مل جائے تو وہ خرق عادت اور کرامت پر محمول ہوگا جس کو حجت بنا کر سب جگہ جاری نہیں کیا جا سکتا۔

آپ کا یہ کہنا کہ حضرت خواجہ صاحب کا اپنی قبر میں زندہ ہونے میں کیا اشکال ہے؟ واقعی حضرت خواجہ صاحب اور دیگر بزرگان دین کے علو شان میں تو کوئی انکار نہیں۔ لیکن احادیث میں صرف انبیاء کی خصوصیت آئی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر ان کے بدن کے کھانے کو حرام فرما رکھا ہے۔ اس لیے کسی غیر نبی کو چاہے وہ کتنا ہی عالی شان کیوں نہ ہو نبی پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

(۲) "ما انت بمسمع من فی القبور ط" میں سنانے کی نفی ہے اور اسی واسطے سب کو روکا جاتا ہے لیکن اللہ جل شانہٗ کسی مصلحت سے کسی کو سنوا دیں تو وہ اس قاعدہ کلیہ کے خلاف نہیں ہوگا جیسے کفار قریش کے متعلق احادیث میں آتا ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ نے ان کو خطاب کیا اور حضرت عمرؓ نے اس پر اشکال ظاہر کیا کہ آپ مردوں سے خطاب فرماتے ہیں؟ تو اس پر علماء نے بھی توجیہ کی ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے حضور اکرم ﷺ کی بات سنانے کے لیے ان کی روحوں کو تھوڑی دیر کے لیے بھی واپس کر دیا تھا اسی طرح کیا بعید ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے اس نبی کی روح کو واپس کر دیا ہو۔ اس سے اس نبی کے بزرگ یا اونچے پایہ کا ہونا لازم نہیں آتا۔ جب کہ اللہ نے کافروں تک کی روح کو حضور اکرم ﷺ کی بات سننے کے لیے واپس فرما دیا۔

فقط محمد زکریا ۱۷ رجب ۱۳۹۱ھ

مکتوب نمبر ۵۶

بزرگ محترم جناب مولانا صاحب! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

آپ کی ذات سے مجھ کو جو عقیدت ہے وہ تحریر سے باہر ہے۔ آپ نے تبلیغی نصاب حصہ اول اور حصہ دوم لکھ کر مسلم قوم کے ساتھ جو کرم فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کا پورا اجر عظیم عطا فرمائے۔

تبلیغی نصاب حصہ اول اور حصہ دوم جیسی کتابیں ابھی تک تو اور کہیں دیکھنے میں نہیں آئیں۔ میرے خیال میں ہر مسلمان کے گھر میں ان دونوں کتابوں کا ہونا اتنا ہی ضروری ہے جیسا چراغ یا بلب کا۔

آج ایک جگہ پڑھتے پڑھتے رک جانا پڑا۔ عبارت کو بار بار پڑھا لیکن کم فہم اور ناقص العقل ہونے کی وجہ سے بات سمجھ میں نہیں آئی۔

عبارت درج ذیل ہے مہربانی فرما کر اس کی تشریح فرما دیں۔

"حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث سے نقل کیا ہے کہ اگر اللہ جل شانہٗ کے علم میں یہ بات ہوتی کہ اغنیاء کی زکوٰۃ فقراء کو کافی نہ ہوگی تو زکوٰۃ کے علاوہ اور کوئی چیز ان کے لیے تجویز فرماتے جو ان کو کافی ہوتی۔"

میرے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ خدانخواستہ اللہ تعالیٰ بھی کسی چیز کی طاقت کو سمجھتے ہیں اور کسی چیز کو نہیں سمجھتے اگر اس کا مطلب یہ نہیں تو پھر اور کیا ہے۔ فقط

جواب

عنایت فرمائم سلمہٗ۔ بعد سلام مسنون! آپ کا غیر جوابی خط پہنچا۔ اگر جواب مطلوب تھا تو جوابی کارڈ یا جوابی لفافہ ہونا چاہیے تھا۔

آپ نے جو اشکال لکھا وہ تو میری سمجھ میں نہیں آیا۔ حدیث پاک کا مطلب صاف ہے۔ اللہ جل شانہٗ کے علم میں یہ بات ہے کہ اگر اغنیاء اپنی زکوٰۃ ساری کی ساری ادا کردیں تو وہ فقراء کے لیے کافی ہوگی۔ اگر اللہ کے نزدیک اغنیاء کی زکوٰۃ فقراء کے لیے کافی نہ ہوتی تو وہ زکوٰۃ کے علاوہ کوئی اور چیز بھی واجب کرتے تا کہ فقراء کی ضرورت پوری ہوجائے لیکن چونکہ اغنیاء اپنی زکوٰۃ پوری ادا نہیں کرتے اس لیے فقراء کو مشکلات پیش آتی ہیں۔

اس حدیث پاک میں کوئی اشکال کی بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔ یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ استخارہ کی مسنون دعاء میں ہے کہ یا اللہ تیرے علم میں فلاں بات خیر ہے تو میرے لیے مقدر فرمایا۔

بہرحال آپ اپنے اشکال کو واضح کرکے لکھیں اور جواب کے لیے جوابی کارڈ یا جوابی لفافہ ضرور بھیجیں۔

فقط والسلام

محمد زکریا ۲۵-۳-۹۲ھ

اشکالات و جوابات

”فضائل درود شریف“

مکتوب نمبر ۵۷

ذوالمجد والکرم مخدومنا المعظم والمحترم — السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

فضائل درود شریف اور آپ بیتی میں بروز جمعہ بعد العصر اسی (۸۰) مرتبہ اس درود شریف کی تعداد مذکور ہے۔ اللّٰھُمَّ صلی علی سیدنا محمد النبی الامی وعلی الہ وسلم تسلیما کہا جاتا ہے کہ بعد عصر بروز جمعہ مغرب تک درود شریف

ہی کا ورد رکھا جائے۔ اب عرض یہ ہے کہ مغرب تک اسی درود شریف کا ورد مناسب ہوگا یا تعداد مذکورہ کے بعد کسی دوسرے درود شریف کا ورد یا ذکر مناسب ہوگا۔ بات گو ظاہر ہے لیکن حضرت کے ارشاد سے تسلی ہوجاتی ہے۔

جواب

مکرم و محترم مدفیضکم۔ بعد سلام مسنون!

عصر سے مغرب تک بہ نیت اعتکاف اوراد میں مشغول رہنا تو بہت مناسب ہے۔ میرے والد صاحب کا ہمیشہ یہی معمول رہا۔ اسی (۸۰) مرتبہ درود مذکورہ کے بعد اختیار ہے چاہے درود شریف پڑھا جائے یا دعا میں مشغول رہا جائے۔ درود زیادہ اچھا ہے لیکن زیادہ بہتر وہ ہے جس میں انجذاب زیادہ ہو جائے چاہے یہی ہو یا کوئی دوسرا۔ دعا البتہ امت کے لیے تھوڑی بہت ضرور ہونی چاہیے۔

محمد زکریا — ۹ محرم الحرام ۱۳۹۲ھ

مکتوب نمبر ۵۸

بخدمت شیخ الحدیث صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

آپ کے تبلیغی نصاب کے درود کے فضائل میں بہت ساری خرافات باتیں ہیں لیکن کسی کی بھی دلیل نہیں۔ بغیر دلیل کے باتوں کو شائع کرکے لوگوں کے ایمان میں خلل کرنا یہ بالکل جائز نہیں۔

اس خط کے مطالعے سے آپ کے دل میں میرے متعلق بدگمانیاں پیدا ہوں گی لیکن اگر آپ اس کو اخلاص کی نیت سے بار بار مطالعہ کریں تو آپ کو یقیناً ایمان کا نور نظر آئے گا۔ اور دین کا صحیح راستہ اختیار کرنے میں کوئی دقت نہیں اٹھانی پڑے گی۔ جس کا پھل کل انشاء اللہ محشر میں ضرور دیکھو گے۔

پیارے شیخ الحدیث صاحب! دین کا صحیح فکر آج دنیا میں ہی ہونا چاہیے آخرت میں نہیں۔ وہاں صرف جزا اور سزا کا دن ہے۔ آج کی دنیا والوں کی لعنت کا خیال مت کیجئے، کل محشر کے عذاب کا ڈر دل میں ہونا چاہیے کیونکہ اس سے چھٹکارا ملنا اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

وما علینا الا البلاغ!

جواب آپ نے اس خط کے شروع میں اس ناکارہ کے رسالہ فضائل درود میں بہت سی خرابیاں بتلائی ہیں۔ اس ناکارہ نے جہاں تک یاد ہے اس میں ہر چیز دوسروں ہی سے نقل کی ہے۔ اپنی طرف سے کچھ نہیں لکھا اور اکابر کے واقعات بھی خود اکابر ہی کی کتابوں سے نقل کیے ہیں۔

اللہ تعالیٰ میری لغزشوں کو معاف فرمائے اور آپ کو آپ کے مخلصانہ مشوروں کا بہترین بدلہ عطا فرمائے۔ فقط محمد زکریا ۲۰ شعبان ۱۳۹۱ھ

مکتوب نمبر ۵۹

بخدمت اقدس جناب مولانا زکریا صاحب محدث۔ سلام مسنون!

میں نے آپ کی تصانیف ترجمہ شمائل ترمذی، فضائل قرآن، نماز، روزہ، تبلیغ دیکھی۔ ایک جگہ آپ نے لکھا ہے کہ درود شریف کی خاص خاص مقداروں کے لیے خاص خاص فضائل ہیں۔

یہ بات عاشقان حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے تشریح طلب ہے۔ آپ کی تحریر سے اخلاص اور حب نبوی مترشح ہوتا ہے۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں گا اگر یہ بتلا دیں کہ کون کون سے درود شریف کے کیا کیا فضائل ہیں۔

جی تو یہ چاہتا ہے کہ آپ اس مد میں بھی تحریر صدقہ جاریہ چھوڑ جائیں۔ اگر آپ کی تصنیف اس بارے میں نہیں ہے تو کسی اور معتبر کتاب کا نام لکھ دیں۔ دلائل الخیرات سے میرا مقصد حل نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس میں مختلف درودوں کے فضائل نہیں ہیں۔" فقط

جواب عنایت فرمائم سلمہٗ۔ بعد سلام مسنون!

فضائل درود شریف لکھنے کا امر تو دوسرے اکابر کا بھی ہے مگر قریب میں اس سعادت کی امید نہیں۔

حضرت تھانوی کا رسالہ زاد السعید ملاحظہ کریں۔ اس میں مختلف درودوں کے فضائل مل جائیں گے یہ رسالہ مولوی جمیل صاحب مدرسہ اشرفیہ نیلا گنبد سے مل جائے گا۔

محمد زکریا عفی عنہ ۱۷ محرم ۱۳۷۵ھ

مکتوب نمبر ۶۰

فضائل درود فصل دوم حدیث ۲ کے ضمن میں (لکھا ہے کہ شاہ ولی اللہ صاحب حرزثمین ۱۳ پر تحریر فرماتے ہیں) حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی کتاب الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین ہے اور الحرز الثمین حصن حصین کی شرح ہے۔ اندازہ یہ ہے کہ اصل نقل کرنے والے سے چوک ہوئی ہے یا میرے سمجھنے میں غلطی ہے۔ کیونکہ کتاب میں الحرز الثمین کو شاہ صاحب کی تصنیف قرار دیا گیا ہے۔

جواب آپ نے صحیح لکھا ہے۔ یہ کاتب کی غلطی ہے۔ درثمین صحیح ہے یہی بنا دیں۔ اس کو لکھنے کے بعد ایک جدید غلطی پر تنبہ ہوا کہ فضائل درود میں (حرز ثمین کا حوالہ) نمبر ۳ غلط ہے نمبر ۱۶ ہونا چاہیے۔ فقط

محمد زکریا ۶ شوال ۹۴ھ

مکتوب نمبر ۶۱

فضائل درود میں ایک مقام پر مص لکھا ہے لیکن حصن حصین میں مس ہے اور یہ مستدرک حاکم کا اشارہ ہے۔ ان الفاظ کے متعلق ارشاد فرمائیں کہ صحیح کیا ہے تاکہ کتابت میں آپ کی ہدایات پر عمل کیا جائے۔

جواب آپ نے فضائل درود کے ایک مقام پر لفظ مص کے بارے میں لکھا ہے لیکن فضائل درود کا صفحہ وغیرہ کچھ نہیں لکھا۔ جب تک وہ دیکھا نہیں جائے گا اس وقت تک رائے قائم نہیں کی جا سکتی ویسے حصن حصین کی یہ دو رمزیں ہیں اور دونوں صحیح ہیں۔ مص سے اشارہ ہوتا ہے مصنف ابن ابی شیبہ کی طرف اور مس سے مستدرک کی طرف۔ اس لیے فضائل درود کا صفحہ تحریر فرما دیں تاکہ مراجعت کی جا سکے کہ یہ روایت مصنف کی ہے یا مستدرک کی۔

یہ ناکارہ امراض میں مبتلا ہے اور سفر حج بھی سر پر مسلط ہے، اگر جلد خط تحریر فرما دیں تو اچھا ہے تاکہ اپنے سامنے جواب لکھوا دوں۔ حجاز سے خط و کتابت دشوار ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آپ کے لئے یہ ناکارہ دل سے دعا کرتا ہے۔ فقط محمد زکریا عفی عنہ ۶ شوال ۱۳۹۴ھ

ذیل کے اس مکتوب میں مجموعی طور سے تقریباً فضائل کی ہر کتاب پر اشکال کیا گیا ہے اور یہ تمام اشکالات ایک ہی صاحب کی جانب سے ہیں۔ اس لیے مناسب معلوم ہوا کہ اس خط کو ترتیب کا لحاظ کیے بغیر آخر میں رکھا جائے۔ (مرتب)

مکتوب نمبر ۶۲

مکرمی محترمی زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

بندہ یہ عریضہ اپنے وطن سے لکھ رہا ہے۔ صحت کی خرابی کی وجہ سے موسم گرما میں اس طرف آنا مشکل تھا۔ ویسے اپنے احباب کو ہدایت دیتا رہتا ہوں اور بتوفیقہ وہ حسب استطاعت کام کر رہے ہیں۔ جیسے کہ آپ کو اطلاعات ملتی رہی ہوں گی۔

کتب فضائل میں مسامحات کے متعلق قبل ازیں مطلع نہ کر سکا' اب تحریر کرتا ہوں۔

(۱) فضائل نماز میں حدیث نمبر آٹھ فصل ثانی حقبہ والی بے اصل ہے اس کا اخراج ضروری ہے۔

(۲) حدیث نمبر دس فصل اول کی تخریج ابوداؤد میں کہاں ہے اسی طرح صفحہ ستتر (۷۷) پر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قصہ اور ابوعبیدہ کا قصہ دونوں بے اصل ہیں۔ اور اکثر روایات احیا' نزہۃ المجالس' نزہۃ البساتین' تنبیہ الغافلین' منبہات موضوع ہیں اور منبہات کا پر لطف قصہ نمبر بیس (۲۰) کا لکھنا تو مناسب نہ تھا۔ اسی طرح اور واقعات۔ یہ کتاب غلطی سے حافظ ابن حجر کی طرف منسوب ہوگئی ہے۔ (دیکھئے کشف الظنون)

نیز صفحہ بارہ پر امام اعظم کا کشف بے بنیاد ہے' حضرت شعرانی صاحب ایسی باتیں لکھ دیتے ہیں اور صفحہ انسٹھ (۵۹) پر بارہ دن تک ایک وضو وغیرہ بھی بظاہر مبالغہ آمیز اور بے سند باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ واللہ اعلم۔

متعلقہ چہل حدیث: صفحہ ترپن خاتمہ حدیث (۶) وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ میں ذکر سے حفظ قرآن مراد لینا بداہۃً غلط ہے۔ اگر اور مقامات کی طرح حضرت تھانوی کا ترجمہ لکھتے تو یہ غلطی سرزد نہ ہوتی جس کے لیے آخیر میں وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ الایۃ بھی لکھ دیا۔

حفظ قرآن کہاں ہر ایک کے لیے فرض و واجب ہے' پھر حضرت عزیز علیہ

السلام والی مثال دے کر معاملہ کو اور پیچیدہ کر دیا۔ ذرا غور سے اس مثال کو پڑھا جائے اور اہل علم کی رائے لی جائے (بغیر شخصیت کے ذکر کرنے کے) اور صفحہ چالیس پر لکھ دیا کہ قرآن کا پڑھنا نفل ہے۔ یہ تو سنت موکدہ ہے۔ جیسا کہ اور جگہ زور سے ثابت فرمایا ہے۔ یا ممکن ہے کہ فرض و واجب کے مقابلہ میں اصطلاح نفل کو استعمال کیا ہو۔ بہر حال تاہم ضروری ہے۔

اس کتاب میں بعض اور بھی چند ایک ایسی باتیں ہیں۔ برکات ذکر' صفحہ انتیس (۲۹) حدیث نمبر ۱۰' مرے ہوئے گدھے کے متعلق درود کا ذکر حدیث میں نہیں ہے صرف حق تعالیٰ کا ذکر ہے' مشکوٰۃ شریف دیکھ لیجئے۔

صفحہ اٹھانوے پر یہ عجیب تحقیق ہے کہ متقی کے لیے الحمد للہ مناسب ہے۔ صرف ذوقی چیز ہے۔ صفحہ ایک سو اکتیس (۱۳۱) اور ایک سو اٹھاسی (۱۸۸) پر تسبیحات فاطمہ تو سبحان اللہ' الحمد للہ' اللہ اکبر ہے نہ کہ چاروں کلمے۔

صفحہ ایک سو ستتر (۱۷۷) پر استنجاء میں نہ جا سکنے کا واقعہ کیا ہی عجیب ہے۔ بیت الخلاء بھلا انوار کی جگہ کیسے ہوسکتا ہے۔ وہ تو جنات اور خبائث کا مرکز ہے۔ صفحہ ایک سو سات (۱۰۷) پر لاحول ولا قوۃ کے متعلق یہ حدیث ہے کہ لا الہ الا اللہ کے متعلق۔ مشکوٰۃ شریف دیکھ لی جائے۔

صفحہ ایک سو پینسٹھ (۱۶۵) پر حدیث مسلم کو ضعیف لکھ دیا۔ جامع صغیر میں اکثر ایسی غلط باتیں طبع ہوگئی ہیں' بڑی تحقیق چاہیے۔

رسالہ تبلیغ طبع ۱۹۳۱، صفحہ تئیس (۲۳) پر نصف حق اللہ کا ہے اور نصف بندہ کا' یہ تشریح طلب ہے۔

صفحہ پچیس پر بت پرستوں سے پہلے بدکار عالم کو سزا دی جائے گی' اس کا حوالہ مطلوب ہے۔

صفحہ اٹھائیس (۲۸) پر اجازت زنا والی روایت غالباً احیاء کی ہوگی' تحقیق کرنی چاہئے تھی' تخریج عراقی یا اتحاف زبیدی (شرح احیاء) سے اس کی صحت معلوم کرتے۔

صفحہ ستائیس (۲۷) پر جب سگ یہ تو ناجائز ہے' عشقیہ مضمون ہے۔

صفحہ اڑتیس (۳۸) پر مع الصادقین سے مراد صوفیاء' مشائخ ہیں۔ ان صوفیا

سے پہلے کون لوگ مراد تھے؟ ہاں بطور عموم اس میں یہ لوگ بھی آ جاتے ہیں۔ مگر مرتبہ احسان والے نہ کہ استغراق و جذب والے۔

حکایات صحابہ میں بہت سی باتیں قابل تحقیق ہیں۔ ان کے متعلق بعد میں لکھوں گا۔ آخیر میں عرض ہے کہ ان تحقیقات کو نیک نیتی پر محمول کیا جائے۔ معاذ اللہ جرح وقدح مقصود نہیں۔"

جواب

از زکریا عفی عنہ۔ بعد سلام مسنون!

گرامی نامہ دیکھ کر اول دہلہ میں تو مجھے بڑا فکر ہوا کہ اس قدر فحش اغلاط اس رسائل میں رہ گئیں۔ حالانکہ میں اپنے علوم پر عدم اعتماد کی وجہ سے طباعت سے قبل متعدد اہل علم کی نظر سے ان مؤلفات کو گزار دیتا ہوں۔ مگر رسائل کی طرف مراجعت کے بعد اتنی فکر باقی نہ رہی بلکہ میرے خیال میں یہ زیادہ تر آپ کے تشدد کا اثر ہے۔ آپ کے مزاج میں ان امور میں تشدد ہے جو کچھ عیب کی بات نہیں ہے کہ بعض اہل علم ہمیشہ ایسے امور میں متشدد ہوتے چلے آئے ہیں۔ ابن قیم، ابن الجوزی متشدد لوگوں میں ہیں۔ حافظ ابن حجر علامہ سیوطی نرم لوگوں میں ہیں۔ متشددین حضرات کا وجود بھی اہم اور مفید ہے کہ نرم لوگ اعتدال سے نہ بڑھ جائیں، عریضہ کا جواب ارسال ہے۔ دوبارہ غور فرمالیں اور جو کچھ اس عریضہ کے بعد خیال مبارک میں آئے بے تکلف تحریر فرمائیں۔

فضائل نماز میں حقبہ والی حدیث کا بے اصل ہونا میری نظر سے باوجود تلاش کے اب تک نہیں گزرا۔ آپ نے اسے بے اصل تو تحریر فرما دیا مگر حوالہ تحریر نہیں فرمایا۔ یہ میں خود بھی اس حدیث کے ختم پر لکھ چکا ہوں کہ مجھے ابھی تک کتب حدیث میں نہیں ملی۔ لیکن مجالس الابرار خود معتبر کتاب ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب نے اس کی تعریف فرمائی ہے۔ مولانا عبدالحی صاحب نے اپنے فتاویٰ میں اس سے استدلال کیا ہے۔ اس کے بعد اب اس کی روایت کو رد کرنے کے لیے کسی دلیل کی ضرورت ہے۔ میرے لیے اس محرک یہ پیدا ہوا تھا کہ اکثر مبلغین کی زبان پر یہ مضمون آتا تھا اور لوگ اس کی تحقیق کرتے تھے۔ اسی لیے مجھے اس کی تلاش میں بہت سا وقت خرچ کرنا

پڑا۔ اسی وجہ سے میں نے اسکو لم اجدہ کے ساتھ ذکر کیا۔

(۲) ابوداؤد کی روایت کتاب الجہاد باب التجارۃ فی الغزو میں موجود ہے۔

(۳) حضرت علی رضی اللہ عنہا کا قصہ صفحہ ستتر (۷۷) پر مجھے نہیں ملا۔ مختلف صفحات پر یہ رسائل طبع ہوئے ہیں۔

(۴) اسی طرح حضرت ابوعبیدہ کے قصے سے کون سا مراد ہے۔ اس کی توضیح کی بھی ضرورت ہے اور بے اصل ہونے کے لیے دلیل کی بھی ضرورت ہے۔ احیاء وغیرہ میں روایات موضوع ہونے سے تو انکار نہیں مگر یہ کلیہ بھی نہیں ہے کہ ان کتب میں سب روایات موضوع ہیں۔

(۵) منبہات کے پر لطف قصے میں کوئی مانع سمجھ میں نہیں آیا۔ اس روایت کا مضمون دوسری روایات سے مؤید ہے اور اصول کے موافق ہے۔ ان سب حضرات کی یہ خصوصیات مشہور ہیں۔ نیز منبہات کا حافظ ابن حجر کی طرف منسوب ہونا مصر و ہند ہر جگہ کی مطبوعات کی ابتداء میں مشہور چیز ہے۔ اس کے خلاف کے لیے بھی کسی دلیل کی ضرورت ہے۔ صاحب کشف الظنون نے اس کی نفی نہیں کی۔ بلکہ لزین القضاۃ احمد بن محمد الحجری التوفی۔ لکھا ہے یہ عبارت محتمل ہے۔ زائد سے زائد یہ ہے کہ صاحب کشف کو پتہ نہ چلا ہو۔ ایک معروف چیز کو محتمل سے رد کر دینا اب تک سمجھ میں نہیں آیا۔ جہاں مجھے اس پر اصرار نہیں کہ یہ حافظ ہی کی تالیف ہے۔ وہاں اس مشہور کے رد کرنے کے واسطے کسی حجت کی ضرورت ضروری سمجھ رہا ہوں اور اگر اس کو مان ہی لیا جائے کہ یہ حافظ کی تالیف نہیں۔ تب بھی حضرت تھانوی نے اس کو کتب معتبرہ میں شمار کیا ہے۔ ان سب کے رد کے لیے کسی اونچی ہستی کے رد کی ضرورت ہے۔

(۶) امام صاحب کا کشف دربارۂ ماء مستعمل ایک نہایت معروف چیز ہے اس وجہ سے اس کو رد کر دینا کہ علامہ شعرانی نے اس کو لکھ دیا، تشدد مفرط نہیں تو اور کیا ہے۔ صحیح احادیث میں کثرت سے وضو کرنے سے اعضاء کا معاصی سے پاک ہو جانا منقول ہے۔ صاحب ہدایہ نے ماء مستعمل کی نجاست کی علات انتقال الاثام الیہ لکھا ہے۔ مولانا عبدالحی صاحب نے سعایہ میں امام صاحب کے اس واقعہ کو استدلال میں پیش کیا ہے۔ امام صاحب کے مناقب میں اس نوع کے متعدد واقعات ہیں اور یہ چیز تو

میرا خیال ہے کہ ہر زمانے کے اکابر ہی، اکثر پیدا ہو جاتی ہے کہ نوعیت معصیت کا ان کو کشف ہو جاتا ہے پھر جو کشف صحیح احادیث سے ثابت ہو اس میں نہ معلوم آپ کو کیوں اشکال پیش آیا۔

نیز آپ کا یہ لکھنا کہ حضرت شعرانی ایسی باتیں لکھ دیتے ہیں سمجھ میں نہیں آیا۔ وہی شخص وہ بات لکھے گا جس کے فن کی وہ ہو۔ یقیناً کشف و کشوف اور اس نوع کے واقعات صوفیہ اور اہل معارف کے فن کی چیزیں ہیں۔ وہ اس قسم کے واقعات لکھیں گے۔

(۷) بارہ دن تک ایک وضو کا رہنا یقیناً بلکہ قطعاً ہم لوگوں کے لحاظ سے مبالغہ آمیز ہی نہیں بلکہ قریباً ناممکن ہے۔ مگر اہل مجاہدات کے اس نوع کے واقعات اتنی کثرت سے ہیں کہ ان کے لحاظ سے اس میں اور اس جیسی چیزوں میں یقیناً مبالغہ باقی نہیں رہتا۔ ہم لوگوں سے نہ مجاہدہ ہوتا ہے اور نہ ہمارے قوی مجاہدوں کے متحمل ہیں۔ اس لیے ہمیں یقیناً دشوار معلوم ہوتا ہے لیکن جو حضرت کئی کئی دن تک کچھ نہ چکھتے ہوں ان کو اگر حدث پیش نہ آئے تو کیا بعید ہے۔ چنانچہ امام مالک اور امام اوزاعی کے اس نوع کے واقعات بکثرت کتب میں ملتے ہیں۔

چہل حدیث: "وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ" میں حفظ مراد لینے پر جس شد و مد سے آپ نے انکار فرمایا ہے وہ بھی تشدد ہی ہے۔ اگر حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے ایک تفسیر اختیار فرمائی ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس کے علاوہ تمام تفاسیر غلط ہو جائیں۔ اگر آپ جلالین دیکھ لیتے تو شاید اتنا تشدد باقی نہ رہتا۔

علامہ سیوطی نے خصائص صفحہ دو سو آٹھ (۲۰۸) جلد دوم میں حفظ کتابہم کو اس امت کی خصوصیت میں شمار کر کے اسی آیت سے استدلال کیا ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ یا تو میں خود اپنے مافی الضمیر کو واضح نہیں کر سکا یا آپ نے نہایت سرسری طور سے بے التفاتی میں اس کو دیکھا ہو۔

میرے کلام میں ہر شخص کے لیے فرض و واجب کہیں نہیں ہے۔ "وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا الآية" ان لوگوں کے بارے میں لکھا ہے جو اس کے حفظ کو لغو اور حماقت اور بے کار اضاعۃ وقت بتلاتے ہیں۔ حضرت عزیر کی مثال تو میرے خیال

میں بہت ہی واضح ہے اور جس کارنامے پر پہلے لوگ اپنے بڑوں کو نبی کہنے لگے وہ کارنامہ اس امت میں فضول سمجھا جائے یا للعجب۔

آپ کا جیسا خیال ہے دوسرے اہل علم اس پر ضرور غور کر لیں اور اصلاح کی ضرورت ہو تو ضرور کر دی جائے۔ صفحہ چالیس (۴۰) پر نفل تو فرض کے مقابلہ میں خود ہی موجود ہے۔ اس میں کیا ابہام ہے۔ سننا واجب ہے اس کے مقابلہ میں پڑھنے کو نفل لکھا ہے۔ اس کے علاوہ جو امور ہیں وہ بھی آپ ضرور تحریر فرما دیں تا کہ غور کر لیا جائے۔

برکات ذکر۔ اگر مشکوٰۃ شریف کی روایۃ میں صرف اللہ جل شانہٗ کا ذکر ہو تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کسی دوسری حدیث میں درود نہ ہو۔ مشکوٰۃ شریف کی حدیث مستقل اور یہ مستقل دوسری حدیث ہے۔ جو حضرت جابرؓ کی روایۃ سے نقل کی گئی ہے جس کو جامع الصغیر میں بروایۃ ابوداؤد طیالسی و شعب بیہقی وغیرہ ذکر کیا ہے اور اس کو صحیح لکھا ہے اس میں " عن غير ذكر الله وصلوة على النبي صلى الله عليه وسلم " کا لفظ موجود ہے۔

متقی کے لیے الحمد للہ کے متعلق آپ کا اشکال صحیح ہے کہ صرف ذوقی چیز ہے لیکن جب کہ دو حدیثوں میں تعارض ہے کہ ایک میں افضل الدعاء استغفار ارشاد فرمایا گیا ہے اور دوسری میں افضل الدعاء الحمد للہ فرمایا ہے تو ان دونوں کو لامحالہ مختلف حالات پر حمل کیا جائے گا۔ جیسا کہ خود رسالہ میں بھی مختلف طرح جمع کیا گیا ہے۔ اسی اختلاف احوال کے ذیل میں اگر استغفار کی افضلیت گنہگاروں کے حق میں ہو اور حمد کی غیر عصاۃ کے حق میں تو اس جمع میں کیا مانع ہے۔ یقیناً یہ ایک ذوقی چیز ہے کہ استغفار گنہگاروں کے زیادہ مناسب ہے اور حمد متقیوں کے۔

تسبیحات فاطمہ کوئی شرعی اصطلاح تو ہے نہیں۔ ان اذکار پر اس کا اطلاق کیا جاتا ہے جو حضور اقدس ﷺ نے حضرت فاطمہ کو تلقین فرمائی۔ ان میں اکثر روایات میں تین ہی کلمے وارد ہوئے ہیں، دو کلمے تینتیس ۳۳ تینتیس ۳۳ مرتبہ اور ایک کلمہ چونتیس ۳۴ مرتبہ لیکن بعض روایات میں تین کلمے فی تینتیس ۳۳ مرتبہ اور تمام المائۃ تہلیل وارد ہے۔ بعض میں تہلیل چونتیس ۳۴ مرتبہ بھی آیا ہے۔ اس لحاظ سے چاروں پر اگر اطلاق کر دیا گیا۔ بالخصوص جب کہ بہت سی روایات میں یہ ہے کہ چاروں کلمے

حضور اقدس ﷺ نے صحابہ کو تلقین فرمائے تو اس لحاظ سے تعلیباً بھی اطلاق صحیح ہے۔

بیت الخلاء کا محل خبائث و جنات ہونا بندہ کے خیال پر اس کے تو منافی نہیں کہ وہاں انوار نہیں ہوسکتے۔ کون سی جگہ ایسی ہوگی جہاں اللہ کا نور نہ ہو اللهُ نُورُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی تفسیر بیان القرآن حصہ مسائل السلوک میں ملاحظہ فرمالیں۔ لیکن اس سے قطعِ نظر غالباً آپ کو کبھی رائے پور جانے کی شاید نوبت نہیں آئی۔ حضرت نوراللہ مرقدہٗ کے زمانہ میں بلکہ اب تک بھی خدام جنگل ہی میں استنجے کو جاتے ہیں اور رائے پور کا جنگل بالخصوص حضرت نور اللہ مرقدہٗ کے زمانہ میں انوار سے کتنا معمور ہوگا۔ اس کو میں کیا بتا سکتا ہوں۔

کسی حدیث میں لاحول کے متعلق ننانوے بیماریوں کا علاج وارد ہونا بھی اس کے منافی نہیں کہ کسی دوسرے کلمہ میں اتنی بیماریوں کا علاج نہیں ہے۔ جناب تو ایک روایت دیکھنے کے بعد بقیہ روایات کا انکار فرما دیتے ہیں۔ یہ مستقل حدیث ہے جس کس سیوطی نے براویۃ ابن عساکر ابن عباس سے نقل فرمایا انّ قول لا الہ الا اللہ تدفع عن قائلها تسعة وتسعين بابا من البلاء ادناها الهم۔

حدیث مسلم شریف کو میں نے ضعیف نہیں کہا بلکہ غالباً آپ نے خیال نہیں فرمایا۔ بندہ نے اس حدیث شریف کے متعلق مسلم کی تخریج بھی نقل کی ہے اور سیوطی کی رائے اور اس کے متعلق ضعف کو بھی نقل کر دیا گیا۔ اس سے کون حدیث پڑھا ہوا انکار کر سکتا ہے کہ بخاری شریف اور مسلم شریف کی بہت سی روایات پر اہل علم نے کلام کیا ہے۔ سو (۱۰۰) روایات بخاری شریف میں متکلم فیہ ہیں اور ایک سو بتیس (۱۳۲) مسلم شریف میں۔ یہ امر آخر ہے کہ وہ تنقید صحیح ہے یا نہیں۔ لیکن جب علماء نے ان پر انتقاد فرمایا ہے تو اس کو اگر ظاہر کر دیا تو نہ معلوم یہ عیب ہوا یا مدح ہوئی۔ خود یہ حدیث ہی ان احادیث میں ہے جن پر دار قطنی نے امام مسلم پر اعتراض کیا ہے کہ اس کو صحیح مسلم میں غلط طور پر ذکر کیا ہے۔ انکی رائے یہ ہے کہ اس کا رفع صحیح نہیں ہے۔ بلکہ یہ موقوف ہے۔ اگرچہ نودی نے صفحہ تین سو انیس (۳۱۹) پر امام مسلم کی حمایت کی ہے۔ اسی طرح ترمذی نے اس کے مرفوع یا موقوف ہونے میں اختلاف نقل کیا ہے۔ اسی اختلاف کی وجہ سے اگر سیوطی [illegible] رائے ضعف کی ہو اور امام مسلم کی رائے رفع کی قوت کی وجہ سے

صحت کی ہو تو نہ امام مسلم پر اعتراض ہے اور نہ علامہ سیوطی پر اور اس ناکارہ نے دونوں کو واضح کر دیا تو شاید کچھ بہتر ہی ہوا نہ کہ قابل تنقید۔

رسالہ تبلیغ۔ نصف حق تعالیٰ شانہ کا الخ۔ اس کی تشریح یہ ہے کہ نہار لغوی میں اول نصف میں کوئی نماز فرض نہیں۔ اور نصف آخر میں دو نمازیں فرض ہیں۔ اسی طرح رات کے نصف اول میں دو نمازیں مغرب و عشاء فرض ہیں اور نصف آخر میں کوئی نماز فرض نہیں اور جن اوقات میں نماز فرض ہے۔ اہل اصول کے نزدیک عزیمت یہ ہے کہ وہ پورا وقت نماز کا ہے' جیسا کہ نورالانوار میں ہے یہ رخصت ہے کہ مختصر نماز پڑھی جائے۔ اس لحاظ سے نصف آخر دن کا اور نصف اول شب کا گویا حق اللہ ہے۔ یہ طویل بحث علم احکام سے تعلق رکھتی ہے۔

بت پرستوں سے پہلے بدکار عالم کو سزا ترغیب و ترہیب (منذری) میں اِنْ يَعْلَمْ وَلَا يَعْمَلْ بِهٖ میں ہے۔ اجازت زنا والی حدیث احیاء میں بھی ہے اور تخریج عراقی سے محشی نے نقل کیا ہے۔ رواہ احمد باسناد جید رجالہ رجال الصحیح۔ اھ۔

اور مسند احمد میں بھی ہے۔ صاحب اتحاف نے بھی عراقی کی عبارت بالا ...... نقل کی ہے اور اس پر کوئی حرج نہیں ہے۔ آپ کا یہ لکھنا کہ حب سگ عشقیہ مضمون بے صحیح ہے۔ بندہ نے عشق کا ہی ضابطہ لکھا ہے۔ محبت کے ضابطہ میں تو اس سے انکار ہو ہی نہیں سکتا جواز و عدم جواز سے رسالہ میں تعرض مجھے نہیں ملا۔ فقط والسلام

محمد زکریا ۲۱ شوال ۱۳۶۴ھ۔